مقالات و مضامین

مصنف

ابوالابدال محمد رضوان طاہر فریدی

(فاضل، جامعۃ المدینہ، فیضان مدینہ اوکاڑہ)

علمی، فکری اور اصلاحی مقالات ومضامین کا مجموعہ

مقالات ومضامین

مصنف

ابوالابدال محمد رضوان طاہر فریدی

(فاضل، جامعۃ المدینہ، فیضان مدینہ، اوکاڑہ)

دارالابدال

اسلامی جمہوریہ پاکستان

الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ

وعلیٰ الک واصحابک یارسول اللہ

نام : مقالات ومضامین

مصنف : ابوالابدال محمد رضوان طاہر فریدی

: (فاضل، جامعۃ المدینہ، فیضان مدینہ اوکاڑہ)

ضخامت : ۱۸۴ صفحات

سن : ۱۴۴۲ھ/۲۰۲۱ء

پیشکش : دارالابدال

اسلامی جمہوریہ پاکستان

دارالابدال

اسلامی جمہوریہ پاکستان

فہرست مشمولات

شرف انتساب

میں اپنی اس کاوش کو اپنے استاد محترم حضرت علامہ مولانا محمد عبدالباسط عطاری المدنی (مدرس جامعۃ المدینہ، فیضان مدینہ، رینالہ خورد) کے نام منسوب کرتا ہوں جن سے علوم عقلیہ ونقلیہ میں استفادہ کرنے کا موقع ملا اور آج میں اس قابل ہوا کہ قلم کے ذریعے دین اسلام کو اگلی نسلوں تک پہنچا سکوں۔

اللہ رب العزت استاد صاحب کو صحت و عافیت کے ساتھ لمبی زندگی عطا فرمائے، اخلاص کے ساتھ دین اسلام کی خدمات کرنے کی توفیق دے، مجھ سمیت جملہ اساتذہ اور میرے والدین کی بے حساب مغفرت فرمائے۔

امین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

آغاز سخن

زیرنظر کتاب ان مختلف مقالات ومضامین کا مجموعہ ہے جو راقم الحروف نے مختلف اوقات میں سپرد قلم کیے ہیں ان میں سے اکثر سوشل میڈیا پر شیئر کیے گئے تھے بعض مختلف مجلّات میں شائع ہوئے اور کچھ وہ تھے جو نہ سوشل میڈیا پر شیئر ہوئے اور نہ کسی مجلّہ کی زینت بنے۔

میں اپنی کسی بھی تحریر کو ضائع نہیں کرنا چاہتا اس لیے ان مضامین کو ایک جگہ جمع کر کے پی ڈی ایف کی صورت میں عام کر رہا ہوں اس امید پر کہ ان سے استفادہ کرنے والے میرے لیے دعائے مغفرت کریں گے جو کہ میرے لیے ذریعہ نجات ہوگی۔

اللہ ہم سب کا حامی وناصر ہو اور ہمیں سنیت واسلام کی خدمات کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

امین

ابوالابدال محمد رضوان طاہر فریدی

(فاضل، جامعۃ المدینہ، فیضان مدینہ، اوکاڑہ)

مطالعہ کتب کے رہنما اصول

بزرگان دین نے نفع بخش مطالعہ کتب کے بہت سے رہنما اصول بیان فرمائے ہیں جن پر عمل کر کے قاری مطالعہ کا کما حقہ فوائد حاصل کر سکتا ہے ان میں سے بعض بنیادی اصول پیش خدمت ہیں

1-یکسوئی-میرے نزدیک نفع بخش مطالعہ کے لیے اوقات کی کوئی تعین نہیں سب سے بہترین وقت وہ ہے جس میں آپ کو کامل یکسوئی حاصل ہے آپ ذہنی اور جسمانی لحاظ سے فریش ہیں۔

2-جگہ-مطالعہ کے لیے اس جگہ کا انتخاب کریں جہاں شور وغل بلکل نہ ہو یا پھر نہ ہونے کے برابر ہو۔

3-فراغت-مطالعہ سے قبل تمام ضروری کام نمٹالیں بھوک کو بلکل قریب نہ آنے دیں آپ نے اگر دو گھنٹے کسی کتاب کو پڑھنا ہے تو اپنی حالت کا جائزہ لے کر ضرورتا کوئی چیز تناول فرمالیں تا کہ دوران مطالعہ بھوک کی وجہ سے آپ کی توجہ نہ ہٹے۔

4-پین اور ہائی لیٹر-اپنے پاس ایک پین اور ہائی لیٹر ضرور رکھیں اہم اور کام کی عبارات کو ہائی لائٹ کرلیں اور اشارۃ کتاب کے شروع یا آخر میں انہیں نوٹ کرلیں۔

4-توجہ-غیر ضروری اور استسنائی صورتوں کے علاوہ سرسری نظر کتاب پر نہ ڈالیں بلکہ انتہائی توجہ کے ساتھ ایک ایک لفظ تو پڑھیں ذاتی تجربہ ہے کہ چیدہ چیدہ مقامات پر نظر ڈال لینے سے وہ فوائد حاصل نہیں ہوتے جو مکمل کتاب پڑھنے سے ملتے ہیں۔

5-زبان سے پڑھنا-صرف آنکھوں سے نہ پڑھیں بلکہ اتنی بلند آواز سے پڑھیں کہ آپ خود سن سکیں اس

طرح پڑھا ہوا زیادہ دیر تک ذہن میں محفوظ رہتا ہے۔

6۔دہرائی- جو پڑھا ہے کتاب بند کر کے ایک مرتبہ اس کا خلاصہ دہرالیں۔

7-خلاصہ- کہنے والے نے خوب کہا ہے کہ کسی کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد اگر آپ اس کا خلاصہ نہیں لکھ سکتے تو کتاب دوبارہ پڑھیں گویا آپ نے کتاب کو پڑھا ہی نہیں۔

مطالعہ فلسفہ

بحیثیت طالب علم میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اصحاب مدارس دینیہ اساتذہ وطلبہ کو فلسفہ قدیمہ کے ساتھ فلسفہ جدیدہ کا مطالعہ بھی کرتے رہنا چاہیے جدید فلسفہ کے مطالعہ کے دوران وہ یہ نوٹ کرتے رہیں کہ فلسفہ جدیدہ میں کون سے نئے مباحث شامل ہوئے ہیں؟

نئی اصطلاحات کون سی ہیں؟

کس فلاسفر کے نظریات کو کن ممالک میں پذیرائی ملی ہے اور کیوں؟

عقائد اسلامیہ سے وہ کتنے متضاد ہیں؟

عقائد سے ہٹ کر کوئی نظریہ ہے تو مشرقی معاشرت پر اس کے کیا اثرات ہیں؟

کس نظریہ کا رد کس جہت سے اور کیوں کیا جائے گا؟

فلسفہ قدیمہ کے کون سے مباحث اب قصہ پارینہ بن چکے ہیں جن میں پڑنا ضیائے وقت کے علاوہ کچھ نہیں؟

اس کے ساتھ سیدی امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فلسفے پر جتنا کام ہے اس کو مطالعہ میں ضرور رکھیں اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ آپ کا تعلق اسلام سے مضبوط رہے گا فلاسفہ کی طرف سے اسلام کے متعلق پیدا کردہ شکوک وشبہات آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔۔اگر اس طریقہ پر ہم استقامت کے ساتھ کچھ عرصہ فلسفہ کا مطالعہ کرنے میں کامیاب ہو گے تو مجھے یقین ہے بہت جلد ہم فلسفہ قدیمہ کے غیر ضروری مباحث سے نجات پا کر اپنے مدارس میں طلبہ کو جدید فلسفہ کے متعلق مواد اور اس کا مناسب رد دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

طلباء کی حصول علم دین میں عدم رغبت کے اسباب

عصر حاضر میں مدارس اسلامیہ کے طلباء کی حصول علم دین میں عدم رغبت قابل افسوس ہے اس کی کثیر وجوہات میں سے چند بنیادی امور درج ذیل ہیں یہ وہ عوامل ہیں کہ اگر ان کا تدارک کرلیا جائے تو بہتر نتائج سامنے آسکتے ہیں

1۔اہمیت کا نہ ہونا

میرے نزدیک اس میں سب سے بڑی اور اہم وجہ علم دین کی اہمیت اور ہمارے معاشرے کو علم وعلماء کی ضرورت کس قدر زیادہ ہے اس کا احساس (Feeling) نہ ہونا ہے جب تک ہم اپنے اندر اس علم کی ضرورت (Need) واہمیت کا احساس اجاگر نہیں کریں گے تب تک طالب علم اپنے اندر وہ ذوق، شوق، چستی وحرص پیدا نہیں کرسکتا جو حصول علم کے لیے ہمارے اسلاف میں موجود تھا

یہ چیزیں حاصل کرنے کے لیے طالب علم کو چاہیے کہ ایک عالم کو جو دنیوی واخروی فوائد، بلندی درجات اور رب کی رضا حاصل ہوگی اس پر غور وفکر کرے نیز اپنی اور لوگوں کی جہالت اور دین سے دوری پر مسلسل نظر رکھے کہ ہمارے معاشرے کو جن علماء کی ضرورت ہے ان کا تناسب (Quantity) کیا ہے اور مجھے اس مقام تک پہنچنے کے لیے کس قدر محنت کی ضرورت ہے

2-دنیاوی عزت ومنصب

طالب علم جب دیکھتا ہے کہ وہ جس علم کو حاصل کررہا ہے اس کا عالم نہ تو کوئی بڑا دنیاوی منصب (Great

(worldly position) حاصل کرسکتا ہے اور نہ ہی لوگوں میں علماء کی عزت ہے اور نہ ہی انہیں قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے تو وہ سستی اور کاہلی کا شکار ہوجاتا ہے نیز مدارس کا رخ کرنے والے کچھ طلباء وہ ہوتے ہیں جو کسی مشہور مذہبی شخصیت کی شہرت اور عوام میں مقبولیت سے متاثر ہوتے ہیں کیونکہ ان کا مطمح نظر شہرت ومقبولیت ہوتا ہے اس لیے وہ اس کے لیے تو دائیں بائیں ہاتھ پاوں مارتے رہتے ہیں مگر حصول علم کے اصل مقصد سے دور ہوتے ہیں ایسے طلباء نہ تو اچھے طالب علم بن پاتے ہیں اور نہ ہی کسی اچھے منصب پر پہنچ پاتے ہیں

طلباء کو جان لینا چاہیے کہ اگر حصول علم دین کا مقصد کوئی دنیاوی منصب یا عزت وجاہ کا حصول ہے تو یہ فی نفسہ حرام اور غضب الہی کا باعث ہے ایسے طالب وعالم کے لیے سخت وعیدیں وارد ہیں طالب علم ان کو ہر وقت پیش نظر رکھے اور اپنی نیت کو خالص اللہ کے لیے کرے۔

3-ذلت،علت اور قلت

ذلت،علت اور قلت یہ وہ تین عوامل ہیں جو ایک اچھے خاصے لائق، ذہین اور حصول علم دین میں ذوق وشوق رکھنے والے طالب علم کو سست اور کاہل بنادیتے ہیں اور حصول علم میں اس کی رغبت کو کم کردیتے ہیں

جو طالب علم ان امور کی بناء پر علم دین کے حصول میں عدم رغبت کا شکار ہو اس پر لازم ہے کہ صحابہ کرام علیھم الرضوان سے لے کر اپنے زمانے تک کے علماء، فقہا و محدثین کے حالات زندگی کا کثرت سے مطالعہ کرے، بزرگوں کی سیرت اس کا حوصلہ (Courage) بڑھانے اور ان امور کا مقابلہ کرنے کے لیے قوت (Power) پہنچانے میں اہم ثابت ہوگی۔

4-سوشل میڈیا

طلباء کے لیےسوشل میڈیا کا استعمال زہر قاتل (Poison killer) کی مانند ہے (میں نے یہاں کثرت استعمال نہیں کہا کیونکہ سوشل میڈیا کا استعمال کثیر ہو یا قلیل طلباء کے لیے ضیاع وقت کے علاوہ اور کچھ نہیں) اس کی عادت حقیقی نشے سے زیادہ نقصان دہ ہے انٹرٹینمنٹ کے نام پر مواد اس قدر زیادہ ہے کہ زندگی ختم ہوسکتی ہے مگر یہ نہیں (بلکہ انسان اس کا ایک فیصد بھی نہیں دیکھ سکتا) اس کی وجہ سے سوچ اور خیالات پراگندہ ہوتے اور انسان کنفیوز رہتا ہے اور یہ Student کے لیے علم دین میں عدم رغبت کا باعث بنتا ہے

اس کا حل یہی ہے کہ طلباء Social Media کا مکمل بائیکاٹ کریں۔

5-اہم منصب پر وقت سے پہلے فائز ہو جانا۔

طالب علم کا کسی اہم منصب پر وقت سے پہلے فائز ہو جانا بھی اس کا علم میں عدم رغبت کا باعث بنتا ہے جیسے امامت اکثر طلباء کو سست بنانے میں بہت بڑی وجہ بن رہی ہے طالب علم جب امامت کے منصب پر فائز ہوتا ہے تو دو خرابیاں واقع ہوتی ہیں اول-امامت اپنے تمام لوازمات (اذان، نماز، جمعہ، جنازہ، ختم شریف، محافل میلاد اور نکاح وغیرہ) کو شامل ہوتی ہے اور ان کو بروقت پورا کرنا امام مسجد کی ذمہ داری ہے جس کی وجہ سے طالب علم کا بہت سا وقت (Time) ان امور میں صرف ہو جاتا ہے اور وہ یکسوئی کے ساتھ اپنی پڑھائی کو وقت نہیں دے پاتا۔ دوم-امامت کی وجہ سے جب طالب علم کے پاس پیسہ آتا ہے تو اس کی بہت سی ضروریات اور خواہشات پوری ہوتی ہیں اور نئی خواہشات پیدا ہوتی ہیں وہ ہمیشہ انہی کو پورا کرنے کی تگ ودو میں لگا رہتا ہے اور دیکھتا ہے آٹھ سال محنت کے ساتھ پڑھنے کے بعد بھی میں نے یہی کام کرنے ہیں اور میں نے اتنا ہی کمانا ہے جتنا اب کما رہا ہوں تو اس سوچ کی وجہ سے دھیرے دھیرے اس کی حصول علم دین میں رغبت ختم ہو جاتی ہے اور وہ محنت کرنا چھوڑ دیتا ہے۔

وہ شخص جس کے پاس کھانے کے لیے کچھ نہیں اور بھوک کی وجہ سے موت کے قریب ہے اور ایسی اضطراری حالت میں بقدر کفایت شریعت اسے حرام کھانے کی اجازت دیتی ہے تاکہ اپنی جان بچا سکے جب تک ایسی سخت مجبوری نہ ہو طالب علم امامت قطعاً نہ کرے۔

حصول علم میں کامیابی

طلبہ علوم اسلامیہ میں سے ہر فرد اپنے مقصود (حصول علم) میں کامیاب نہیں ہو پاتا اس کی کئی وجوہات ہوتی ہیں جو ہر فرد کی حالت کے مطابق جدجدا تعلق رکھتی ہیں البتہ ایک چیز ضرور مشترک ہوتی ہے اور وہ ہے عدم استقامت، غلط طریقہ کار اور بزرگوں کے تجربات سے فائدہ نہ اٹھانا - ذیل میں طلباء کے لیے خاص طور پر کچھ نکات دیے جا رہے جن سے استفادہ کر کے یہ بھرپور کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔

1-اشتغال

اشتغال کا مطلب ہے حصول علم میں مسلسل مصروفیت، انقطاع کے بغیر

یہ مصروفیت صرف دورانہ درجہ ہی نہیں بلکہ خارج اوقات اور فراغت کے بعد بھی ہونی چاہیے ورنہ عین ممکن ہے مصروفیت تو پائی جائے مگر ساتھ انقطاع بھی شامل ہو جائے اور یہ انقطاع طالب علم کو بہت پیچھے لے جاتا ہے

2-پیشہ

اپنے شوق کو اپنا پیشہ بنا لے،

کسی بھی مقصد میں کامیاب ہونے کے لیے اپنے شوق س ءجنون کی حد تک لگاو ہونا نہایت ضروری ہے

3-آسان

حصول علم ہمیشہ آسان سے مشکل کی طرف اور معلوم سے غیر معلوم کی طرف آگے بڑھنے کا نام ہے

طالب علم اس نکتہ کو فراموش نہ کرے، طالب علم اپنے اسباق کو مرحلہ وار تقسیم کرلے اور پہلے مرحلہ میں مشکل چیز کو چھوڑ کر صرف آسان اور سمجھ میں آنے والے اسباق یاد کیے جائیں اور اہم چیز نوٹ کی جائے،

4-نفس معلومات

طالب علم کو یہ بات اپنے ذہن میں بٹھا لینی چاہیے کہ کسی بھی مسئلہ کے دلائل یا علتیں جان لینا حصول علم کا پہلا مرحلہ نہیں بلکہ پہلا مرحلہ نفس معلومات ہیں اور اس پر خصوصی توجہ مرکوز کرنی چاہیے

5-محرک اور ٹائم پریڈ

ہر علمی کام کے پیچھے محرک اور ٹائم پریڈ کا ہونا بہت ضروری ہے اگر یہ ہو تو کام بہتر انداز میں ہو پاتا ہے۔

مطالعہ کتب کے اہداف طلباء کسی بھی کتاب (بالخصوص فقہ) کے مطالعہ کے لیے اپنے اہداف کچھ یوں بنا سکتے ہیں

1-اس کتاب، یا رسالہ یا باب کے پڑھنے کا ہدف ہے رفع جہالت

2-مقصد ہے متعلقہ باب کی وسعت کو سمجھنا،

3-مقصد ہے یہ سمجھنا کہ عصر حاضر میں اس عنوان کے تحت کن مسائل کا حل نکلتا ہے

4-مقصد ہے خلاصہ بنا کر ملتے جلتے مسائل میں تمیز اور فرق پیدا کرنا۔

اپنے اندر مطالعہ کا ذوق پیدا کریں

ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی کی فقہ کے موضوع پر الفقہ الاسلامی والدلتہ، بڑی اہم تصنیف ہے دارلفکر بیروت سے 8 جلدوں میں جبکہ پاکستان میں مکتبہ رشدیہ سے 10 اور 11 جلدوں میں اس کی اشاعت ہوچکی ہے کتاب عربی میں ہے اور پاکستان سے اس کا ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے آپ نے اس میں مختلف موضوعات پر مذھب اربعہ کی آراء اہم فقہی نظریات ومسائل اوران کے دلائل، احادیث نبویہ کی تحقیق وتخریج کو بڑی محنت اور لگن سے جمع کیا ہے ذہین اور محنتی فرد ہی اس کتاب سے کما حقہ نفع اٹھا سکتا ہے اور کوئی فقہیہ محقق اس کتاب سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔

میرے ایک استاد صاحب نے اپنا واقعہ بیان کرتے ہوے ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ آنکھ میں کچھ خرابی ہونے کی بناء پر اوکاڑہ کے ایک ڈاکٹر کے پاس جانا ہوا (یادرہے ان ڈاکٹر صاحب کے پاس کافی رش ہوتا ہے جس وجہ سے بعض اوقات باری لینے کے لیے گھنٹوں انتظار کرنا پڑتا ہے) دوران گفتگو ڈاکٹر نے بتایا کہ میں آجکل **"الفقه الاسلامی و الدلته"** کا مطالعہ کرر ہا ہوں یہ سن کر مجھے بڑا تعجب ہوا کہ ایک اپنے شعبہ میں مصروف ترین بندہ اتنی ضخیم اوراہم ترین کتب کے مطالعہ میں مصروف ہے۔

لیکن مجھے تعجب کے ساتھ خوشی اور غم بھی ہوا خوشی اس بات پر کہ ایک مسلمان اپنے اندر دینی کتب کے مطالعہ کا ذوق رکھتا ہے اور غم اس بات پر کہ ہمارے مدارس کے طلبہ نصابی کتب کے علاوہ مطالعہ کا ذوق نہ ہونے کے برابر رکھتے ہیں زیادہ تر " شہنشاہ خطابت ابرار خطابت وغیرہ کتب سے آگے ان کی نظر نہیں جاتی میں

حیران ہوں یہ مطالعہ کرتے نہیں مستقبل میں دین کی بھاگ دوڑ کیسے سنبھالیں گے بڑے درجات کے طلبہ کا بھی ایک اچھا خاصہ تناسب ہے جن سے اگر پوچھ لیں کہ اردو میں علماے اہلسنت کے مطبوعہ مشہور فتاوی کی تعداد ہی بتا دیں تو نہیں بتا پائیں گے ان کا مطالعہ کرنا تو دور کی بات ہے میری تو رائے یہ ہے کہ نصابی کتب کے ساتھ ایک پیریڈ خارجی کتب کے مطالعہ کا بھی ہونا چاہیے تا کہ ان کے اندر مطالعہ کا ذوق پیدا ہونے کے ساتھ اس کی اہمیت کا بھی اندازہ ہو۔

خدارہ مطالعہ کا اپنے اندر ذوق پیدا کریں اس کے لیے خصوصی ٹائم نکالیں کہ اس کے بغیر آپ نہ تو اچھے عالم دین بن سکتے ہیں اور نہ ہی دشمنان اسلام کا مقابلہ کر سکتے ہیں تاریخ اسلام میں جن بزرگوں نے سینکڑوں تصانیف لکھی ہیں بلا مبالغہ انہوں نے ہزاروں ضخیم ضخیم کتب کا مطالعہ بھی کیا ہے۔

دوران مطالعہ حواشی لکھتے جائیں

اہم اسلامی مصادر ومراجع پر شروح، حواشی اور تعلیقات سپرد قلم کرنا شروع سے ہی بزرگوں کا طریقہ رہا ہے اور ملت اسلامیہ کے پاس اس کا اچھا خاصہ ذخیرہ موجود ہے، میرے نزدیک یہ ضروری نہیں کہ اہم مصادر و مراجع پر ہی حواشی وتعلیات سپرد قلم کیے جائیں بلکہ آپ کوئی بھی کتاب، رسالہ یا مجلّہ کسی بھی موضوع پر مطالعہ کر رہے ہیں اس میں مصنف/مؤلف سے کسی جگہ اختلاف نظر آئے، اہم معلومات میں اضافہ کرنا بہتر لگے یا کسی غلطی کی تصیح کرنا مناسب معلوم ہو تو خاموشی سے آگے گزرنے کی بجائے بہتر ہے آپ اپنا نقطہ نظر سلیقہ سے کتاب کے صفحات کے اطراف میں اُتار دیں۔ انشاء اللہ اس کا نا صرف بعد میں آپ کو فائدہ ہوگا بلکہ آپ کے بعد کتاب پڑھنے والے بھی استفادہ کر سکیں گئے یہ عمل تحقیق وجستجو میں انتہائی معاون ہے اور کچھ عرصہ سے بندہ کا اسی پر عمل ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک مثال پیش کر دوں۔

ڈاکٹر خالق داد ملک نے اپنی کتاب "تحقیق وتدوین کا طریقہ کار، کے آخر میں ایم، فل اور پی ایچ، ڈی کے خاکہ جات کے چند نمونے پیش کیے ہیں ان میں ایک خاکہ (تحقیق برائے پی ایچ۔ ڈی) تنقیدی مطالعہ وتدوین مخطوط-شرح نخبۃ الفکر از وجیہ الدین گجراتی بھی ہے جس میں صاحب مقالہ نگار مقدمہ میں لکھتے ہیں اگر پورے عالم عرب اور عالم اسلام میں نخبۃ الفکر کی شروح کا جائزہ لیا جائے تو فنون وکتب کے متعلق مشہور زمانہ کتاب کشف الظنون کے مؤلف الحاج خلیفہ کے بقول سب سے پہلی شرح علی بن سلطان محمد المعروف ملا علی القاری نے تحریر کی۔

اقول۔ درست یہ ہے کہ ملاعلی قاری سے قبل حافظ ابن حجر عسقلانی کے بیٹے کمال الدین محمد بن محمد، **نتیجة النظر** کے نام سے اس کی ایک شرح لکھ چکے ہیں نیز حافظ ابن حجر کے ایک ہم عصر عالم دین ابوعبداللہ محمد بن حسن دارمی مالکی نے بھی اس کی شرح لکھی اور نظم کا جامہ بھی پہنایا۔

(المستطرفہ للکتانی)

تصنیف، تالیف اور ترتیب کے درمیان فرق

مارکیٹ میں موجود اکثر کتب فقط تالیف کی تعریف پر پورا اترتی ہیں جبکہ انہیں تصنیف قرار دے کر رائٹر کو مصنف لکھ دیا جاتا ہے۔علماء نے تصنیف، تالیف اور ترتیب کے درمیان فرق بیان کیا ہے اس فرق کو مدنظر رکھنا اور ایک اصطلاحی غلطی سے بچنا ضروری ہے۔
تصنیف سے مراد وہ کتاب ہوتی ہے جس میں موجود مواد نا تو دیگر کتب سے اخذ کردہ ہوتا ہے اور نہ ہی اس سے قبل کتب کی طبع میں لکھا جاتا ہے بلکہ صاحب کتاب اپنے علم اور حاصل مطالعہ کو اس انداز میں صفحہ قرطاس پر منتقل کرتا ہے کہ اس میں نقل وتکرار نہیں ہوتا اور اس کتاب میں موجود استدلالات، اشارات، توضیحات اور انداز کلام وغیرہ دیگر کتب میں نہیں ملتا یا پھر اس انداز اور فوائد پر مشتمل نہیں ہوتا جو اس کتاب میں موجود ہوتے ہیں۔اور صاحب کتاب کو مصنف کہتے ہیں۔
تصنیفات میں امام غزالی کی کتب جیسے **منھاج العابدین، ایھاالولد،احیاء العلوم** وغیرہ امام سیوطی کی اکثر کتب، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتب جیسے **المسوی، الفوزالکبیر،الخیر الکثیر، الانتباہ، القول الجمیل** وغیرہ اور الشاہ امام احمد رضا خان کی کتب شامل ہیں۔
تالیف اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں رائٹر دیگر کتب سے اخذ کردہ مواد کو حسن انداز اور ضرورت کے مطابق نقل کرتا ہے اور نقل کرنے والے کو مؤلف کہتے ہیں جیسے امیر اہلسنت مولانا محمد الیاس عطار قادری کی کتاب، فیضان سنت، ہے، واقعہ کربلا، میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، ایصال ثواب، شفاعت، رفع یدین

اورعصر حاضر میں دیگر موضوعات پر لکھی جانے والی اکثر کتب کا شمار تالیفات میں ہی ہوتا ہے

ترتیب سے مراد کسی کتاب کے مختلف اجزاء، ابواب اور فصول کو مناسب انداز میں مرَتب کرنا یا پھر مختلف رسائل کو ایک جگہ جمع کرنا ہے اور اس جمع کرنے والے کو مرتب کہیں گے۔

تشریح، توضیح اور تعلیقات کے بغیر اربعینات اسی قسم میں شامل ہیں۔

شرعی مسائل بیان کرنے کا منہج

شرعی مسائل پوچھنے والے افراد دو طرح کے ہوتے ہیں

1-عوام

2-خواص

مسائل یا تو دارالافتاء سے پوچھے جاتے ہیں یا علماء سے براہ راست مل کر

درالافتاء سے جو فتوی جاری ہوتے ہیں اس میں علماء کرام عوام اور خواص (یعنی علماء، وکلا، ججز وغیرہ) ہر دو فریق کو مدنظر رکھتے ہیں اسی وجہ سے تحریری فتاوی جات میں پہلے نفس مسئلہ آسان پیرائے اور سادہ الفاظ میں عوام کے لیے بیان کر دیا جاتا ہے اور پھر بعد میں خواص کے لیے مسئلہ کے مؤید جزیات اور دلائل کو بیان کیا جاتا ہے اس طرح دونوں طرح کے افراد ان فتاوی جات سے استفادہ کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں-

عام عوام علماء سے براہ راست مل کر جن مسائل کو معلوم کرتے ہیں اس میں درست اور بہترین منہج یہ ہے کہ فقہی جزیات اور گتھیوں کو دوسری طرف رکھ کر صرف نفس مسئلہ ہی بیان کیا جائے تاکہ عوام کے لیے اسے یاد رکھنا اور عمل کرنا آسان ہو، بعض افراد (یعنی علماء) کو دیکھا گیا ہے کہ وہ مسائل بیان کرتے وقت نفس مسئلہ سے ہٹ کر اس کی دوسری جہتوں پر بھی بحث کر رہے ہوتے ہیں یا پھر عربی عبارات پڑھ کر کتابوں کے نام گنوا کر سائل کو الجھا کر رکھ دیتے ہیں

عوام سے ان کی عقلوں کے مطابق ہی کلام کرو

اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے

امام شافعی فرماتے ہیں میں چاہتا ہوں لوگ میرے علم سے استفادہ کریں اور اسے میری طرف منسوب نہ کریں

عوام پر اپنے علم کی دھاگ بٹھانے والے اپنی حالت پر خود ہی غور کر لیں

ہاں جو دلائل کا طالب ہو یا جس کی عقل ٹھکانے لگانی ضروری ہو اس کی بات اور ہے۔

مطالعہ غامدیت

مطالعہ غامدیت کے وقت اس بات کو پیش نظر رکھا جائے کہ غامدی صاحب عبداللہ چکڑالوی اور غلام احمد پرویز کی طرح یک لخت احادیث نبویہ کو پس پشت ڈال کر تمسک بالقرآن کا دعوی نہیں کرتے (جو کہ عام تاثر پایا جاتا ہے) بلکہ ان کا طریقہ ذرا مختلف ہے ان کے نزدیک شرع کے ماخذ اصلی دو قرآن اور سنت ہے اور سنت سے مراد سنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ سنت ابراہیم ہے، یوں تجدد پسندانہ ذہن اور خود ساختہ اصولوں کے تحت مسائل کو بیان کرتے وقت جب ان کے نظریات سے احادیث کا ٹکراؤ آئے تو قرآن اور سنت ابراہیمی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور دیگر مواقع پر احادیث بھی بیان کرتے چلے جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتب میں وہ بہت سی احادیث نقل کی ہیں جو ان کے نظریات سے نہیں ٹکراتیں۔

مزے کی بات ہے کہ بہت سے اہم اور نازک معاملات میں احادیث کو تو چھوڑتے ہیں مگر ضرورتا اپنا مدعا پورا کرنے کے لیے اہل عرب کے رسم ورواج کو بھی بطور دلیل لے آتے ہیں۔

غامدی اور عالم اسلام

جاوید احمد غامدی اسلام کے مسلمہ اصول واحکام سے ہٹ کر علمی لحاظ سے انتہائی سطحی قسم کا ناصرف موقف اپناتے ہیں بلکہ امت مسلمہ کو اس پر عمل کی ترغیب بھی دلاتے ہیں ایسے میں جب علماء وفقہاء ان کی علمی گرفت کرتے اور مضبوط نقلی و عقلی دلائل سے ان کے مؤقف کو غلط ثابت کرتے ہیں تو اپنی غلطی تسلیم کرنے کی بجائے خود خاموشی اختیار کرتے ہیں اور ان کا حلقہ احباب اہل علم کے خلاف ایک طوفان بدتمیزی برپا کر دیتا ہے یہ لوگ علماء کو تنگ نظر جاہل محدود علم والے اور غیر مہذب کا طعنہ دے کر اپنہ علمی پوزیشن او عیبوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں

ابھی روزوں کے متعلق غامدی نے جو نظریہ پیش کیا ہے پوری تاریخ اسلام میں صوم رمضان کے متعلق ایسی راہ کسی نے نہیں اپنائی اس پر اہل علم نے جب کلام کیا تو فکر غامدی سے متاثر بہت محدود افراد نے پھر وہ ہی پرانی روش اپنائی اور غامدیت کی حمایت میں علماء کے خلاف ایک محاذ گرم کر دیا۔

ان کے بقول لوگ غامدی سے حسد کرتے ہیں۔ بھائی حسد تو اس سے کیا جاتا ہے جس کے پاس کچھ ہو علمی لحاظ سے غامدی کے پاس نا تو کوئی مقام ہے نہ عالم اسلام میں اس کی کوئی عزت اس کے پیروکاروں کی تعداد آٹا میں نمک برابر بھی نہیں ہے جبکہ دوسری طرف ایسے سینکڑوں علماء ومشائخ موجود ہیں جن کے محبین متوسلین اور مریدین کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے

اور یہ نا کہیے کہ نوجوان نسل روایتی علما کے ہاتھوں نکل کر غامدی کے پاس آرہی ہے یہ آپ کی تاریخ سے

ناواقفیت کی دلیل ہے معاشرے میں کوئی شخص کوئی بھی نظریہ لے کرآئے اسے اپنانے والے کچھ نہ کچھ افراد سامنے آہی جاتے ہیں برصغیر کی سب سے بڑی دو جماعتیں دعوت اسلامی اور تبلیغی جماعت انہوں نے نوجوان نسل کو ہی متاثر کیا ہے۔

آپ کہتے ہیں کہ غامدی کو جواب سنجیدگی، شائستگی، مہذب اور علمی انداز میں نہیں دیا گیا، کیوں نہیں جس سنجیدگی، شائسگی، مہذب اور علمی انداز میں ہمارے فضلاء نے گفتگو کی ہے یہ نہج حلقہ غامدیت میں بلکل نہیں ملے گا آپ کوئی ایک قابل اعتماد عالم سامنے لے کرآئیں جس پر لوگوں کی غالب اکثریت کا اعتماد بھی ہو اور انہوں نے غامدی کو علمی جواب دینے کی بجائے گالی گلوچ سے کام لیا ہو یہ تو نہیں ہوسکتا کہ آپ اسلام کے مسلمہ اصولل واحکام میں اجتہاد کے نام پر تحریف وردوبدل کر کے ان کا حلیہ بگاڑنے کی کوشش کریں اور جب ہم کلام کریں تو ہمیں آپ جاہل تنگ نظر، غیر مہذب کا طعنہ دے کر خود مہذب اور صفات حسنہ سے مزین ہونے کا دعوی کر کے آرام سے بیٹھ جائیں۔

ہمارے کئی فضلا غامدی سے براہ راست گفتگو کرنے کے خواہش مند ہیں جگہ اور وقت کا تعین آپ کرلیں اور غامدی صاحب کو لے کرآئیں پھر عیاں ہوگا کہ علمی اور مہذب انداز میں زیادہ گفتگو کون کرتا ہے؟ آپ کے مجتہد ومتجدد کی علمی حالت یہ ہے کہ کسی ایک مسئلہ پر بھی ہمارے کسی فاضل سے گفتگو کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے کیا آپ تاریخ اسلام میں سے کسی ایک مجتہد کو بھی پیش کرسکتے ہیں جنہوں نے علمی مباحث سے راہ فرار اختیار کی ہو اور اپنے مؤقف پر مدمقابل کو مضبوط دلائل نہ دیے ہوں؟

مسافر اور مریض کو رمضان کا روزہ اور دنوں کے لیے مؤخر کرنیکی جو رخصت ملی ہے اس کا یہ پہلو مدنظر رہے کہ یہ اس صورت میں ہے کہ یہ حالت بوقت سحر ہوا گر کوئی مقیم ہے اور وہ سفر کا قصد سحری کے بعد کرتا ہے تو اسے روزہ رکھنے کا حکم ہے نہ کہ چھوڑنے کا اور مریض بھی وہ ہی رخصت کا حقدار ہے جس کا مرض بڑھنے کا اندیشہ

ہواس کا اسے خود تجربہ ہو یا ماہر حاذق، متقی طبیب اسے روزہ ترک کرنے کا کہے، سفر اور مرض یہ دو ایسی حالتیں ہیں جن میں جان جانے کے امکان موجود ہوتے ہیں اور ان میں جو مشکلات ہوتی ہیں وہ سب کے سامنے ہیں یہی وجہ ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کو عذاب کا ایک ٹکڑا قرار دیا ہے- پیپر کی معمولی مشقت کو کھینچ کران کے ساتھ ملانا ایک سنگین غلطی ہے مسلمان اس سے بھی زیادہ مشقت بھرے کام کرتے ہیں مثلاً کھیتی باڑی، ایسی کمپنی میں ملازمت جہاں مشینری کی گرمیش بہت زیادہ اور نا قابل برداشت ہوتی ہے سخت دھوپ میں مزدوری وغیرہ مزے کی بات وہ پھر بھی روزے سے ہوتے ہیں اور روزہ ترک کرنے کے لیے اپنے کام کو عذر بھی نہیں بناتے، جب یہ لوگ روزہ رکھ سکتے ہیں تو معمولی سی مشقت کا سامنا کرنے والا طالب علم کیوں نہیں رکھ سکتا اور وہ اپنا روزہ اور دنوں کے لیے مؤخر کیوں کرے؟۔

غامدیت

دنیا نیوز پر غامدی صاحب کا پروگرام۔علم وحکمت، کئی دفعہ دیکھنے کا اتفاق ہوا ان کی گفتگو میں تضادات ہوتے ہیں یہ اپنے جس موقف کو تمہیدی کلام میں پیش کرتے ہیں آگے چل کر ان کا موقف یا تو اس سے منفرد ہوتا ہے یا پھر اسے صحیح معنوں میں بیان نہیں کر پاتے گویا یہ جس مفہوم سنت کو مسلمانوں کے ذہنوں میں راسخ کرنا چاہتے ہیں اس کی حدود اربعہ کی تعین خود ان کے نزدیک مبہم اور غیر واضح ہے اگر ان کے سامنے کوئی ماہر علوم اسلامیہ جارح بیٹھا ہو تو یقین کامل ہے کہ گفتگو کرنے کے لیے یہ الفاظ نہ ڈھونڈ پائیں ہاں اپنی میٹھی اور فلسفیانہ زبان کے ذریعے لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کرنے کا فن جانتے ہیں یہ بندہ فتنہ انکار احادیث کو جس غیر محسوس طریقہ سے معاشرے میں پروان چڑھا رہا ہے یہ مسلمانوں کے لیے بالخصوص پاکستانی عوام کے لیے مستقبل میں کسی بڑی مصیبت سے کم نہیں ہوگا علماء کو اس طرف بھی خصوصی توجہ دینی چاہیے مسلک دیوبند میں سے کچھ افراد اس پر کام کررہے ہیں جبکہ اہلسنت میں تو گویا جمود طاری ہے، یادرہے غامدیت ایک مستقل موضوع ہے کیا کوءسنی عالم اپنی توانائیاں اس فتنہ کے سدباب میں صرف نہیں کرسکتا؟

اور جو لوگ سوشل میڈیا پر غامدی کو گالیاں نکال کر یا ان کے خلاف غیر مناسب جملے بول کر دل کو تسلی اور لوگوں کو غامدی کے قریب کرنے کا کام کررہے ہیں وہ یہ غلطی نہ کریں اور کچھ علمی کام کریں اگر چہ تھوڑا ہو یا پھر خاموش رہیں۔

صحاح ستہ کا اطلاق

حدیث کی مشہور چھ کتب، صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی اور ابن ماجہ، صحاح ستہ کہلاتی ہیں یہی مشہور اور مروج ہے محدثین میں بعض کے ہاں صحاح ستہ میں ابن ماجہ کی جگہ مسند دارمی شامل ہے جبکہ بعض کے نزدیک موطا امام مالک ہے (علامہ کتانی نے تو یہاں تک کہا ہے کہ موطا امام مالک کا رتبہ صحیح تجزیے کے مطابق صحیح مسلم کے بعد کا ہے) اور بعض صحاح ستہ کی جگہ صحاح خمسہ کی ترتیب رکھتے ہیں اور بعض دوسرے صحاح سبعہ کی اصطلاح قائم کرتے ہیں اور ان کی تعداد کم ہے۔

اس ساری گفتگو پر ابوعبداللہ محمد بن جعفر الکتانی نے بڑی پیاری روشنی ڈالی ہے چنانچہ فرماتے ہیں امام نووی اور ابن الصلاح نے سنن ابن ماجہ کو اصول میں ذکر نہیں کیا اور متقدمین اہل اثر اور متاخر محققین کی پیروی کرتے ہوئے انہوں نے بھی صحاح خمسہ کی ترتیب قائم کی ہے اور سنن ابن ماجہ کو صحاح ستہ میں شامل نہیں کیا، بعد میں علماء نے جب سنن ابن ماجہ کو فقہ کے حوالے سے بہت سے قابل قدر فوائد پر مشتمل دیکھا اور یہ بھی کہ اس کے زوائد موطا سے زیادہ ہیں تو اسے اصول ستہ میں داخل کر لیا اور وہ پہلے محدث جنہوں نے اسے صحاح ستہ میں شامل کیا ابوالفضل محمد بن طاہر بن علی المقدسی ہیں، انہوں نے اپنی اطراف کتب ستہ اور شروح الائمۃ الستۃ میں اسے چھٹے نمبر پر شمار کیا ہے پھر حافظ عبدالغنی بن عبدالواحد بن علی بن سرمد المقدسی نے اپنی کتاب الکمال فی اسمائ الرجال میں اسی ترتیب کو لیا۔

پھر ان کے بعد اطراف اور رجال پر کام کرنے والے محدثین نے اسی نہج کو اختیار کیا جبکہ بعض

حضرات (جن میں رزین بن معاویہ البدری صاحب تجرید اور اثیر الدین ابوالسعادات المبارک بن محمد الجزری شافعی صاحب جامع الاصول شامل ہیں انہوں) نے صحاح ستہ میں ابن ماجہ کی جگہ موطا امام مالک کو قرار دیا ہے۔

دوسری طرف حفاظ حدیث کی ایک جماعت جن میں ابن الصلاح، امام نووی صلاح الدین علائی، اور حافظ ابن حجر وغیرہ شامل ہیں ان کے بقول ابن ماجہ کی جگہ مسند دارمی کو صحاح ستہ میں شامل کرنا زیادہ مناسب ہے اور بعض حضرات نے صحاح ستہ کی بجائے صحاح سبعہ کی اصطلاح بنا کر ابن ماجہ کے ساتھ موطا امام مالک کو شامل کیا ہے اور بعض دوسروں نے اسی اصطلاح کو باقی رکھتے ہوئے ابن ماجہ کی جگہ پر دارمی کو داخل کیا ہے انظر۔المستطر فہ للکتانی۔

درسی کتابیں کہاں سے خریدیں؟

مدارس کی نئی کلاسیں شروع ہوتے ہی ملک بھر کے جامعات کے طلباء وطالبات کتب خریدینے کے لیے مارکیٹ کا رخ کرتے ہیں دوکانداران دنوں لاکھوں کا کاروبار کرتے ہیں ہزاروں افراد کا روزگار اس کاروبار سے جڑا ہوا ہے۔

اہلسنت کے ملک بھر میں پھیلے طلباء سے گزارش ہے کہ وہ تمام درسی وغیر درسی کتب سنی مکتبوں سے ہی خریدیں لاکھوں روپیہ آپ غیروں کو دے کران کے ہاتھ مضبوط نہ کریں اہلسنت کے مکتبے مالی پوزیشن میں دوسرے مسالک کے مکتبوں سے کافی کمزور ہیں اگر آپ کی معمولی توجہ سے ہمارے مکتبے مضبوط ہوتے ہیں تو اس میں ضرور حصہ ملائیں۔ ہر کتاب خریدنے کے لیے کسی بھی سنی مکتبے کو ترجیح دیں پیر کرم شاہ الازہری اپنے شاگردوں کو یہاں تک فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی کتاب کسی غیر سنی مکتبہ نے چھاپی ہے تو بھی وہ کتاب صرف اور صرف سنی ادارہ سے جا کر ہی خریدیں۔

اس ضمن میں کچھ گزارشات سنی مکتبوں کے مالکان سے بھی ہیں۔

طلباء دور دراز کا سفر کر کے آپ کے پاس آتے ہیں ان کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آئیں۔

دوکان میں پانی کا انتظام رکھیں اور ہر آنے والے کو پانی پلائیں۔

کتاب کے پیچھے نفع زیادہ نہ لیں بلکہ ان دنوں مناسب ریٹ لگائیں تاکہ طلباء کے لیے آسانی ہو اور وہ با خوشی آپ کی طرف رجوع کریں۔

مناسب نفع سے مراد فقط یہ ہے کہ زیادہ نفع نہ لیں۔

اگر کوئی طالب علم کتاب واپس کرنا چاہتا ہے یا تبدیل کروانا چاہتا ہے تو اس کے ساتھ تعاون ضرور کریں ہمارے ہاں سنی مکاتب مالکان اس طرف بلکل توجہ نہیں دیتے جس سے طلباء بدظن ہوکر دیگر مسالک کے مکتبوں پر جاتے ہیں۔لاہور میں سرسید احمد شہید کے مالکان (جوکہ غیرسنی ہیں) سے خریدی ہوئی کتاب اگر کوئی سال بھر استعمال کرنے کے بعد بھی واپس کرنے جائے تو نصف قیمت پر وہ کتاب رکھ لیتے ہیں اسی سے ملتا جلتا حال مکتبہ رحمانیہ والوں کا ہے اہلسنت کے کسی مکتبے پر اس طرح کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

ناشرین کتاب ہمیشہ عمدہ چھاپیں

بچپن سے علماء کی زبانی یمن کے بادشاہ تبع اول کا واقعہ سنتے آئے ہیں کہ جب وہ دنیا کو فتح کرنے نکلا تو اس دوران سفر کرتے ہوئے مدینہ منورہ پہنچا، اس کے ساتھ موجود چار ہزار اہل علم تھے انہوں نے جب دیکھا کہ اس شہر میں وہ تمام نشانیاں پائی جارہی ہیں جو کتب سماویہ نے بیان کی ہیں کہ آخرالزماں نبی ﷺ ہجرت کرکے یہاں قیام فرما ہوں گے تو ان میں سے چار سو نے فیصلہ کرلیا کہ وہ اسی شہر میں رہ کر سرکار دوعام، نور مجسم ﷺ کا انتظار کریں گے اور بادشاہ کے ساتھ نہیں جائیں گے چنانچہ جب تبع اول کو ان کے فیصلے کا علم ہوا تو اس نے ان کو وہاں گھر بنوا کر دیئے، اور ایک خط لکھوا کر رئیس العلماء کو دیا کہ جب حضور ﷺ کی آمد ہو تو ان کی بارگاہ میں پیش کردیا جاے، اس خط میں تبع الاول نے حضور ﷺ پر ایمان لانے کا ذکر کیا تھا جب نبی رحمت ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو یہ مکتوب آپ کی بارگاہ میں پیش کردیا گیا۔

اس سارے واقعہ کو ابوسعد عبدالملک بن ابی عثمان محمد بن ابراہیم خرکوشی نیشاپوری نے اپنی کتاب شرف المصطفی ﷺ میں تفصیل سے بیان کیا ہے اسی واقعہ کی بناء پر میرے اندر یہ کتاب خریدنے کی خواہش پیدا ہوئی متعدد بار لاہور گیا، کتاب نہیں ملی پھر پتا چلا کہ اہلسنت کے ایک پرانے ادارے نے اس کا ترجمہ شائع کیا ہے انتہائی خوشی کے عالم میں کہ مطلوبہ کتاب مل رہی ہے لاہور پہنچا دوکان پر گیا تو کتاب کی انتہائی خستہ حالت دیکھ کر دل بہت رنجیدہ ہوا ناشر کے پاس ایک نسخہ بھی اچھا نہیں تھا انتہائی ناقص پیپر اور جلد کے ساتھ یوں لگتا تھا جیسے کتاب صدیوں پرانی ہو اور ارضی وسماوی آفات نے اس کی یہ حالت کردی ہے کتاب

خریدے بغیر ہی واپس آ گیا، یہ واقعہ کوئی آٹھ سال پرانا ہے وہ دن گیا اور آج کا دن یہ کتاب خریدنے کی دوبارہ خواہش پیدا نہیں ہوئی ہاں اگر کبھی عمدہ نسخہ ملا تو ضرور خریدوں گا۔

پاکستان میں اہلسنت کے پاس تنظیمی اور تجارتی سطح پر معروف بڑے اداروں میں

مکتبۃ المدینہ

ضیاء القرآن

شبیر برادز

فرید بک سٹال

اکبر بک سیلرز وغیرہ شامل ہیں ان میں مکتبۃ المدینہ کے علاوہ کوئی بھی ادارہ انٹرنیشنل معیار کی کتب شائع نہیں کر سکا مکتبۃ المدینہ بہت سی کتب بیروتی طرز پر شائع کر چکا ہے جیسے

بہار شریعت

جد الممتار

تعلیقات الرضوی علی البخاری

اور صراط الجنان وغیرہ

جبکہ ابتدائی کچھ کتب چھوڑ کر باقی تمام کتب جو اب تک شائع ہوئی ہیں جلد بندی، پیپر، کمپوزنگ اور خوبصورتی کسی بھی لحاظ سے انٹرنیشنل معیار کی کتب سے کم نہیں ہیں

ان کے علاوہ جن ادروں کی طرف سے کتاب مضبوط جلد بندی اور اچھے پیپر میں شائع ہو رہی ہیں ان میں کراچی کا دار اہلسنہ لاہور میں مکتبہ اعلی حضرت، دار الاسلام اور ورلڈ ویو پبلشرز نمایاں ہیں ان کی کتب نا صرف نیشنل لیول کی ہیں بلکہ بعض کتب کا موازنہ آپ بیروتی کتب سے بھی کر سکتے ہیں جیسے دار اہلسنہ کی

طرف سے شائع کردہ اصول الرشاد، مولانا نقی علی خان

جد الممتار، امام اہلسنت امام احمد رضا خان

مکتبہ اعلیٰ حضرت کی طرف سے

فتوح الشام، علامہ واقدی

رسالہ قشیریہ، امام قشیری

دارالاسلام کی بعض کتب جن میں متون عقائد حنفیہ ماتریدیہ پر کچھ رسائل نمایاں ہیں

تصوف فاونڈیشن نے بھی کتب تصوف وتذکرے بڑے اعلیٰ معیار کے شائع کیے ہیں

دنیا میں اب وہی ادارے کامیاب ہو رہے ہیں جو عصری تقاضوں کے مطابق کتب چھاپ رہے ہیں سنی ناشرین کو بھی اس طرف بھرپور توجہ دینی ہوگی کتاب مضبوط جلد بندی، عمدہ پیپر اور خوبصورت ٹائٹل کے ساتھ ہو تو پیسے خرچ کرتے ہوئے دکھ نہیں ہوتا اور کتاب خریدنے کو من کرتا ہے جبکہ ناقص حالت میں ہو تو طلب ہونے کے باوجود بھی بعض اوقات بندہ کتاب نہیں خریدتا جیسا کہ اوپر میں اپنا واقعہ نقل کر چکا ہوں میری شروع سے عادت ہے کہ اگر ایک کتاب دو یا زائد اداروں کی طرف سے شائع کردہ ہے تو میں اسی کو ترجیح دوں گا جس کا معیار اعلیٰ ہوگا یہ بھی کتاب دوستی کی جہت سے ہے اس لیے سنی ناشرین کو چاہیے کہ کتاب ہمیشہ عمدہ چھاپیں۔

ناشرین سے گزارش

چند سال پہلے کرمانوالہ بک شاپ لاہور سے چار کتب بذریعہ ڈاک منگوائیں تھیں جن میں کنز الاعمال کی ابتدائی دو جلدیں، رسائل میلاد النبی ﷺ اور سائد بکداش کی فضائل حجر اسود شامل تھیں
میری زندگی کا یہ پہلا موقع تھا جب میں نے کتب بذریعہ ڈاک منگوائیں، علاوہ قیمت کے ڈاک خرچ 120 روپے تھا اور یہ کتابیں گھر بیٹھے اسی رعایتی قیمت پر ملی تھیں جس پر آپ کو دوکان پر جا کر 40 یا 50 فیصد ڈسکاونٹ پر ملتی ہیں
گذشتہ ماہ کراچی سے ایک کتاب منگوائی تو وہ مکمل قیمت پر ملی جبکہ ڈاک خرچ بھی ادا کرنا پڑا۔
ابھی حال ہی میں چند کتب حاصل کرنی تھی جس کے لیے ایک ناشر سے چند دن قبل اور ایک سے آج رابطہ کیا دونوں ناشرین کتابوں پر کچھ بھی رعایت دینے کو تیار نہ ہوے ان کا کہنا تھا کہ اگر آپ دوکان پر آ کر لیتے ہیں تو 50 فیصد دسکاونٹ پر ملیں گی لیکن اگر بذریعہ ڈاک لینا چاہتے ہیں تو کتاب پر درج شدہ مکمل قیمت پر ہی کتاب دی جاے گی۔
جو کتب میں منگوانا چاہتا تھا رعایتی قیمت پر ان کی مالیت تقریبا تین سے ساڑھے تین ہزار روپے بنتی ہے ڈاک خرچ ملا کر چار ہزار لگالیں۔ جبکہ ناشرین بذریعہ ڈاک یہ کتب مجھے چھ ہزار میں دینا چاہتے ہیں مناسب یہی ہے کہ میں خود مارکیٹ جا کر کتب خریدوں اور جو دو ہزار گھر بیٹھ کر انہیں اضافی دینا ہے اس کی مزید کتب خرید لاوں۔

ناشرین سے کہنا چاہوں گا مانا کہ آپ مال کثیر خرچ کر کے کتاب چھاپتے ہیں آپ کتاب جس قیمت پر بھی دیتے ہیں اس میں آپ کے اخراجات اور منافع سب شامل ہوتا ہے اگر آپ دوکان پر چل کر آنے والے کو کتاب 50 فیصد دسکاونٹ پر دے سکتے ہیں تو جو شخص گھر بیٹھے کتاب منگوانا چاہتا ہے اس کے لیے قیمت ڈبل کیوں ہو جاتی ہے؟ بھائی اسے بھی اسی قیمت پر دیں جس قیمت پر دوکان پر چل کر آنے والے کو دیتے ہیں جبکہ گھر میں کتاب منگوانے والا اضافی ڈاک اخراجات بھی تو برداشت کرتا ہے

اگر ناشرین یہ پالیسی اپنا لیں کہ جس قیمت پر کتاب دوکان پر آنے والے کو ملے گی اسی قیمت پر گھر بیٹھے شخص کو بھی بذریعہ ڈاک ملے گی جبکہ ڈاک خرچ کسٹمر کا اپنا ہوگا تو یقین کریں آپ کا سٹاک متعین وقت سے پہلے ہی ختم ہو جائے گا لوگ مارکیٹ کی کھجل خواری سے بچنے کے لیے گھر بیٹھے ہی کتابیں منگوانا شروع ہو جائیں گے۔ یقین نہیں آتا تو تجربہ کر کے دیکھ لیں۔ اور ناشر کا جو خرچہ پیکنگ اور ڈاک خانے آنے جانے میں ہوتا ہے اس کو پورا کرنے کے لیے پانچ فیصد قیمت بڑھا لیں اتنا تو کسٹمر آسانی سے برداشت کر لے گا لیکن یہ ڈبل قیمت والی ڈیڑھ ہوشیاری نہیں چلے گی۔

مکتبۃ المدینہ کا قیام

دعوت اسلامی کی وسیع تر خدمات میں سے ایک مکتبۃ المدینہ کے قیام کے تحت فروغ علم دین واصلاح امت کے پیش نظر اعلی مقاصد ہیں اس مکتبہ نے اہل اسلام بالخصوص اہلسنت کی ایک بڑی ضرورت کو پورا کیا ہے جدید کتب ورسائل کے ساتھ علماء اہلسنت کی اہم کتب کی اشاعت کے ساتھ درسی کتب پر بھرپور توجہ کی ہے اور بہت سی کتب جدید وقدیم حواشی کے ساتھ منظر عام پر آ گئی ہیں اور بقایا پر کام جاری ہے مضبوط جلد، خوبصورت عمدہ پیپر اور مناسب ہدیہ کے ساتھ مارکیٹ میں موجود بہت سے اشاعتی اداروں سے معیار اچھا ہے- **بہار شریعت 6 جلدیں، جدالممتار 7 جلدیں، التعلیق الرضوی علی صحیح البخاری، شرح العقائد النسفیۃ، شرح الفقہ الاکبر** وغیرہ کتب کو بیروتی طرز پر انٹرنیشنل معیار کے مطابق شائع کر کے کتب بینی کا ذوق رکھنے والوں کے دل جیت لیے ہیں عربی کتب سے اردو تراجم میں **احیاء العلوم 5 جلدیں، قوت القلوب 2 جلدیں، حلیۃ الاولیاء، الحدیقۃ الندیہ، الزواجر، المتجر الرابح** اور بہت سی چھوٹی بڑی کتب کے بہترین تراجم پیش کیے ہیں سیدی اعلی حضرت کی کئی اردو وعربی کتب کی اشاعت بھی قابل ذکر ہے امید ہے فتاوی رضویہ پر بھی کام سامنے آئے گا، کنزالایمان مع تفسیر خزائن العرفان کا ایڈیشن نہایت شاندار ہے، مکتبۃ المدینہ کی کتب کی ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ اس کی تمام کتب کمپوزنگ کی اغلاط سے محفوظ اور کتب میں موجود آیات، احادیث، اقوال وافعال صالحین اور تمام تاریخی واقعات کی مستند ماخذ ومراجع سے تخریج موجود ہوتی ہے

مکتبۃ المدینہ دعوت اسلامی کے شعبہ، المدینۃ العلمیہ ، کے تحت چلتا ہے جو کہ مفتیان کرام اور اہلم علم پر مشتمل ہے اور اس کو مزید چھ شعبوں میں تقسیم کیا ہے 1 -شبعہ کتب اعلی حضرت ۔2-شعبہ درسی کتب،3-شعبہ اصلاحی کتب،4-شعبہ تفتیش کتب،5-شعبہ تراجم کتب،6-شعبہ تخریج،

جب ایک کتاب مختلف اداروں کی طرف سے شائع ہوتو میری ترجیح مذکورہ بالا خوبیوں کی بناء پر مکتبۃ المدینہ کا ایڈیشن ہی ہوتا ہے میں ہر مسلمان کو دعوت دوں گا کہ وہ مکتبۃ المدینہ کی کتب کا خود بھی مطالعہ کریں اور حسب استطاعت خرید کر دوسروں کو تحفہ بھی دیں، اصلاح عقائد واعمال واحوال کے حوالہ سے اس کی کتب انتہائی نفع بخش ہیں۔

میں سنی حنفی بریلوی مسلمان ہوں

حضورﷺ کی ظاہری حیات کے بعد دورِ صحابہ کرام میں جب خارجیت ورافضیت کا ظہور ہوا تو مسلمان جن عقا؟ دونظریات پر کار بند تھے جس مسلک وطریقہ کواپنا ئے ہوے تھے اسے اہلسنت و جماعت کا نام دیا گیا اور یہ نام سرکارﷺ کے ان فرامین **"علیکم باالسنتی و سنة الخلفا ء الراشدین"** اور **"علیکم بالجماعة"** سے مستفاد تھا وقت گزرتا گیا بہت سے گمراہ فرقے نمودار ہوے اور اپنی موت آپ مرنے لگے ان سب کے مقابلے میں ایک مسلمان جن عقائد حقہ اسلامیہ پر کاربند ہے اسی کی وجہ سے خودکو سنی کہلاتا ہے پھر

فقہ کو مدون کرنے کا وقت آیا تو ائمہ اربعہ کو دوام اور بقاء ملی اور ان کے پیروکار حنفی ،شافعی ، مالکی اور حنبلی کہلانے لگے۔سلوک تصوف کو اختیار کرنے والے قادری چشتی نقشبدی اور دیگر روحانی نسبتیں رکھنے لگے۔

اسی طرح جب برصغیر میں بد مذہبیت نے سر اٹھایا تو جس شخصیت نے ان کا بھر پور علمی تعاقب کیا وہ سیدی اعلی حضرت امام احمد رضا خان ہیں اسی شخصیت کی طرف علمی نسبت کو منسوب کرتے ہوے برصغیر پاک و ہند کے مسلمان خودکو بریلوی کہلاتے ہیں اس طرح میں

سنی حنفی بریلوی مسلمان ہوں

اوراس پر مجھے کوئی شرمندگی نہیں کیونکہ یہ نسبتیں میرے عقائد واعمال کی محافظ ہیں

کہا جاتا ہے شے کی حقیقت اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے ہمارے درمیان اگر بدمذہب ہے تو میں سنی ہوں

وہابی ہے تو میں حنفی ہوں جہلا صوفیہ کے مقابل چشتی ہوں برصغیر کے تناظر میں بریلوی ہوں۔
بریلوی ہونا مجھے سنیت سے خارج نہیں کرتا بلکہ میری سنیت کو مضبوط کرتا ہے جب دیگر مسالک کے لوگ اپنی علمی نسبتوں پر شرمندگی اختیار کر کے اسے چھوڑتے نہیں تو میں کیوں چھوڑوں؟
غیروں کے پرپگنڈہ کو نا کام بنانا آپ کا کام ہے نا کہ اپنی علمی نسبت کو ترک کرنا۔
اگر کو ? ءخود کو بریلوی نہیں کہلوانا چاہتا تو یہ اس کی صوابدید پر ہے مگر اسے یہ اختیار نہیں کہ وہ دوسروں کو یہ علمی نسبت ترک کرنے پر ابھارے۔

مسجد میں دنیاوی تعلیم

ایک فتوی نظر سے گزرا ہے سائل کیسوال کا خلاصہ یہ ہے کہ مسجد کے اندر دنیاوی تعلیم پڑھنا کیسا ہے؟ اگر ناجائز ہے تو پھر تنظیم المدارس کے نصاب میں شامل انگلش کتاب کا کیا حکم ہوگا؟

مفتی صاحب نے ان الفاظ میں جواب دیا

مسجد میں دنیاوی تعلیم کی کتب پڑھنا مکروہ وممنوع ہے ہندیہ میں ہے **و یکرہ کل عمل من عمل الدنیا فی المسجد**

مسجد میں ہر وہ عمل جو دنیا کے متعلق ہو مکروہ ہے۔

نوٹ۔ یہ فتوی 50 سال قبل کا نہیں بلکہ عصر حاضر کا ہے

راقم کو اس فتوی پر تحفظات ہیں

ہم دنیاوی تعلیم کے حصول کو مسجد میں مطلقا مکروہ کیسے کہہ سکتے ہیں؟

کیا اس فعل کا تعلق بھی بندے کی نیت پر موقوف نہیں ہوگا؟ کیونکہ

نیة المومن خیر من عمل، اور انما الاعمال البنیات

اور جب انگلش کی کتاب کو شامل نصاب کرنے کا مقصد لغت (ایک زبان) کو جاننا اور پھر اس میں اسلام کے پیغام کو عام کرنا ہو تو یہ فعل بذات خود عبادت بن جائے گا

تنظیم المدارس کے نصاب میں انگلش کی کتاب رکھنے کا مقصد ایک یہ بھی ہے کہ ہمارے طلبہ کو اس زبان سے

بھی کچھ نہ کچھ آشنائی ہو تو ایسے میں ہم اس کے مکروہ ہونے کا فتویٰ کیسے دے سکتے ہیں؟

ہمارے ہاں عقلی ونقلی علوم کی تمام عربی کتب کی تفہیم وتدریس بھی اردو میں ہی ہوتی ہے تو اگر یہ انگلش میں ہو تو کیا پھر یہ بھی مکروہ وممنوع ہوگا؟

اہل علم اس پر کچھ رہنمائی فرمائیں۔

قناعت

محدث حضرت قبیصہ بن عقبہ علیہ الرحمہ سے ایک مرتبہ کوہستانی علاقے کا ایک شہزادہ اپنے خدام کے ساتھ ملنے آیا آپ نے مکان سے نکلنے میں کافی دیر لگائی تو اس کے خدام نے پکار کر کہا حضور آپ کے در پر ملک الجبال (پہاڑوں کے بادشاہ) کا شہزادہ کھڑا ہے اور آپ گھر سے ہی نہیں نکل رہے یہ سن کر حضرت قبیصہ روٹی کے چند سوکھے ٹکڑے لیے باہر تشریف لائے اور ان کو دیکھاتے ہوئے فرمایا جو شخص دنیا میں اتنے پر ہی قناعت کر چکا ہو اسے ملک الجبال سے کیا کام؟ اللہ کی قسم میں اس سے بات بھی نہیں کروں گا۔ پھر آپ نے اس سے بات کیے بغیر دروازہ بند کر لیا،

(تذکرۃ الحفاظ، جلد 1، الجزالاول صفحہ 274)

کیا یہ گستاخی ہے؟

اہلسنت کے نزدیک معصوم عن الخطاء انبیاء کرام علیھم السلام کا خاصہ ہے جبکہ اولیاء محفوظ ہیں لیکن بتقاضاے بشریت ان سے بھی خطا سرزد ہو جاتی ہے علما فرماتے ہیں جب کبھی زندگی میں ایک آدھ بار اولیاء میں سے کسی سے کوئی خطاء سرزد ہو جاے تو اللہ ان کو متنبہ کر دیتا ہے جس سے وہ فورا رجوع کر لیتے ہیں۔
جب یہ اصول ذہن میں ہو تو مسئلہ واضح اور فتنہ کے تمام دروازے بند ہیں لیکن اگر آپ نے اپنے عقائد و نظریات کی بنیاد جذبات پر رکھی ہے تو پھر کچھ نہیں کیا جا سکتا۔
خاتون جنت، جگر گوشہ رسول ﷺ کا جب نام آتا ہے تو سر ادب سے اور نظریں حیاء سے جھک جاتی ہیں یہ وہ شہزادی ہے کہ جن کے کردار کو ازواج مطہرات کے بعد امت کی بیٹیوں کے لیے بطور رول ماڈل پیش کیا جاتا ہے ان سے، تمام اہلبیت بلکہ جمیع صحابہ کرام علیھم الرضوان سے محبت اور ان کا ادب و احترام ہم پر فرض ہے۔
کنز العلماء علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب کے سیدتنا فاطمۃ الزھرہ رضی اللہ عنھا کے متعلق ایک جملہ کو لے کر اہلسنت کے جن افراد نے آپ پر سب و شتم کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے (رافضیوں اور خارجیوں کی تو ہم بات ہی نہیں کرتے کہ ان سے خیر کی توقع عبث ہے) ان سے میرا صرف اتنا سوال ہے کہ دیگر صحابہ کرام جن کی عدالت وصداقت کی گواہی قرآن نے دی ہے ان کے متعلق جب خطاے اجتہادی بولا جاتا ہے ام المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابل آئیں تو ان کی طرف بھی

فوراخطاے اجتہادی کی نسبت کردی جاتی ہے حالانکہ ان کا اہل بیت میں سے ہونا نص قرآنی سے ثابت ہے اور خطاے اجتہادی پر بھی ایک اجر کی نوعید ہے تو اس خطاے اجتہادی کی نسبت خاتون جنت کی طرف کرنے پر یہ ہلڑ بازی کیسی اور کیوں؟

محترم رضاءالحسن قادری نے بڑی دل لگی بات کہی ہے کہ ہمارے اندر ایک طبقہ اہل بیت واصحاب رسول میں واضح طور پر امتیازی سلوک کا روادار دکھائی دیتا ہے یعنی تقریبا ایک طرح کے قضیے میں جو الفاظ ہم خانوادہ علی وفاطمہ رضی اللہ عنھما کے بارے سننا بھی پسند نہیں کرتے اور نہ سننے چاہییں وہی الفاظ ہم کبار صحابہ کے متعلق جھٹ سے کہہ سن لیتے ہیں۔

کیا آپ نہیں جانتے کہ انبیاء کرام علیھم السلام کے متعلق قبل نبوت یا بعد نبوت کی بحث ہوئی عقلا، شرعا، قصدا، سہوا اور صدور کبیرہ وصغیرہ کی تقسیم کی گی مگر اس کے باوجود نہ صرف ان کی عصمت پہ اتفاق امت ہے بلکہ اس تحقیقی بحث کو بے ادبی میں شامل نہیں کیا گیا۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنے قول کی بنیاد اصول اہل السنہ ''انبیاء کرام علھیم السلام معصوم عن الخطاء فقط'' اور پیر مہر علی شاہ گولڑوی کی آیت تطہیر کے کلام کی وضاحت پر رکھی ہے کیا اب آپ پیر مہر علی شاہ گولڑوی پر اعتراض کریں گے کہ انہوں نے آیت تطہیر کے ضمن میں کلام کرتے ہوئے یہ کیوں کہا کہ اہلبیت معصوم نہیں بتقاضاے بشریت ان سے خطا سرزد ہوسکتی ہے

عجیب فہم ہے آپ کا جو بندہ دلیل سے بات کر رہا ہے اس سے آپ بغیر دلیل کے توبہ کا مطالبہ کر رہے ہیں جیسے انہوں نے اجماع امت توڑا ہوا گر ڈاکٹر صاحب سد فتنہ کے لیے اپنی بات سے رجوع کر بھی لیں تو بھی یہ لوگ تنقید کرنے سے باز نہیں آئیں گے جیسے علمی حلقوں میں ہمارے ایک نامور صاحب کو آج بھی اس بات پر اعتراض ہے کہ امیر اہلسنت مولانا الیاس عطار قادری نے حضرت امیر معاویہ کو بے خطا کیوں کہا اور

وہ اس کا ذکر بھی بڑے دکھ بھرے انداز میں کر رہے تھے حالانکہ امیر اہلسنت نے نہ صرف اس سے رجوع کیا بلکہ وضاحت بھی کی اور سب جانتے ہیں کہ ان کا یہ جملہ اہلبیت کے مقابل نہیں تھا

حضورﷺ نے ارشاد فرمایا ''حسن الظن من حسن العبادۃ'' آپ کا کیسا حسن ظن ہے کہ اپنے مطلب کا معنی لے کر ڈاکٹر صاحب کو گستاخ و بے ادب بنا رہے ہیں۔

اس ساری گفتگو سے میرا یہ مدعا ہرگز نہیں کہ سیدتنا فاطمۃ الزہرہ کے لیے خطا کا لفظ استعمال کرنا چاہیے بلکہ صرف اتنی عرض ہے کہ صحابہ کرام اور اہلبیت کے لیے ایک جیسا ادب واحترام ہو نہ کہ واضح تفریق اور جلالی صاحب کے متعلق آپ کا اندازِ تکلم غلط اور جارحانہ ہے۔

یہ بات ہمیشہ کے لیے حفظ کرلیں کہ محبت غلو اور نفرت تقصیر کا سبب بنتی ہے کسی سے محبت اور نفرت کا معیار قرآن وسنت ہے اہلبیت، صحابہ کرام، اولیاء عظام اور علماء سے محبت ہمارے جذبات کے نہیں قرآن وسنت کے تابع ہے۔

ایک دوست نے پوچھا ڈاکٹر اشرف آصف جلالی صاحب نے بی بی فاطمۃ الزھرہ کے لیے لفظ خطا کا استعمال کر کے گستاخی کی ہے؟

تو عرض کیا ڈاکٹر اشرف آصف جلالی صاحب اہلسنت اور ملت اسلامیہ کا درد رکھنے والے صحیح العقیدہ جید عالم دین ہیں نظریہ پاکستان اور عقائد اہلسنت کے تحفظ کے لیے ان کی خدمات قابل ذکر ہیں عقائد ونظریات کے باب میں ان کا مطالعہ وسیع ہے اپنی بات دلائل کی بنیاد پر کرتے ہیں اس ایک بات پر نہ تو ان کی خدمات کو فراموش کیا جائے گا اور نہ ان کے ادب واحترام میں کمی لائی جائے گی جبکہ اس سلسلہ میں وہ دلائل بھی رکھتے ہیں اس لیے انہیں گستاخ یا بے ادب نہیں کہا جائے گا زیادہ سے زیادہ آپ یہ کر سکتے ہیں کہ اس موقف میں ان کا ساتھ نہ دیں یا یوں کہہ لیں کہ ہم سیدتنا فاطمۃ الزھرہ کے لیے خطا کا لفظ استعمال نہیں کریں گے بلکہ

اس طرح کہیں گے کہ شہزادی کونین بھی درست تھیں اور حضرت ابوبکر صدیق کا فیصلہ بھی مبنی برحق تھا
جس طرح صحابہ کرام واہلبیت سے محبت واحترام فرض اور گستاخی و بے ادبی منع ہے اسی طرح اہل علم کا ادب
واحترام بھی ضروری اوران کی توہین حرام ہے چناچہ امام اہلسنت فرماتے ہیں
عالم سنی صحیح العقیدہ کی توہین جاہل کو جائز نہیں اگر چہ اس کے عمل کیسے ہی ہوں۔
فتاوی رضویہ، جلد۲۱ صفحہ۳۹۴
ہم اپنی بات کو اس جملہ پر ختم کرتے ہیں

لانفرق بين الصحابة و اهلبيت فی الادب و الحب

اہلبیت اور صحابہ کرام سے محبت ذریعہ نجات اور اہل علم کا ادب واحترام سعادت مندی ہے۔

مسئلہ تقدیر

تقیدر کا مسئلہ انتہائی پچیدہ اور عوام کی سمجھ سے بالاتر ہے اسی وجہ سے سرکار دو عالم نور مجسم ﷺ نے اس کے متعلق بحث کرنے سے منع فرمایا ہے پھر بھی قرآن وحدیث میں جہاں جہاں اس کا ذکر آیا ہے وہاں علماء نے حتی الامکان عوام کے خدشات کو دور کرنے کی سعی کی اور ملحدین کے اعتراضات کیجوابات دیے ہیں۔

بعض افراد ہر خیر وشر کو تقدیر پر ڈال کر خود بری ہونے کی کوشش کرتیہیں انہیں سمجھ لینا چاہیے لفظ قدر بسکون دال اندازہ لگانے کے معنی میں ہے قرآن میں آیا ہے لیلۃ القدر یعنی وہ رات جس میں لوگوں کی عمروں اور رزق کا اندازہ کیا جاتا ہے اسی طرح ایک دوسرے مقام پر ہے

”**قد جعل الله لكل شی ءٍ قدرا**

کہ اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ لگایا ہے

یوں سمجھ لیں کہ ایسا نہیں ہے کہ جو اللہ نے لکھ دیا ہم وہ ہی کرتے ہیں بلکہ جو ہم کرنے والے تھے اللہ تعالی نے اسے اپنے علم ازلی سے جانا اور لکھ دیا۔

اسی وجہ سے حدیث شریف میں فرمایا **انما الاعمال بالخواتيم**.

جشن عید میلاد النبی ﷺ

ایک معترض نے عید میلاد النبی ﷺ کے عدم جواز کے موقف کو اپناتے ہوئے بارہ (12) کتب احادیث اور آٹھ (8) کتب فقہ گنوا کر کہ ان میں جشن عید میلاد النبی ﷺ کا کوئی باب نہیں ہے لہذا یہ فعل بدعت اور مسلمانوں کو بدعتی قرار دیا ہے اور اپنی بات کو الفاظ کا ایسا خوبصورت جامہ پہنایا ہے کہ عام مسلمان آسانی سے دھوکہ کھا جائے۔۔۔

سوال یہ ہے کہ کتب احادیث وفقہ میں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے عنوان اور باب تو ملتے ہیں مگر عید میلاد النبی ﷺ کا کوئی باب نہیں ملتا تو عید میلاد النبی ﷺ منانا کیونکر جائز ہو گیا۔؟

ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں دنیا کے کسی بھی عالم دین نے عید میلاد النبی ﷺ کے تہوار کو مسلمانوں پر فرض وواجب قرار نہیں دیا بلکہ اسے امر مستحسن میں شامل کیا ہے کہ ادب سے عشق رسول ﷺ میں ڈوب کر اس دن خوشی کا اظہار کرنے والا اجر عظیم کا مستحق ہوگا اور جو اس دن جشن عید میلاد النبی ﷺ کا اہتمام نہیں کرتا وہ گنہگار نہیں ہوگا البتہ اسے دوسروں کو اس فعل خیر سے منع کرنے کا کوئی حق نہیں۔

جبکہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ یہ دو دن شعار اسلام میں سے ہیں ان کی اپنی اہمیت ہے مسلمانوں پر اس دن عید کرنا اور نماز پڑھنا لازم قرار دیا گیا بلکہ عید الاضحیٰ میں صاحب استطاعت پر قربانی کرنا واجب عید الفطر میں روزہ رکھنے کی بھی ممانعت ہے، یہی وجہ ہے کہ محدثین وفقہاء نے اپنی اپنی کتب میں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے باب تو باندھے ہیں مگر عید میلاد النبی ﷺ کا عنوان قائم نہیں کیا بلکہ یوم جمعہ جسے حضور تاجدار مدینہ

راحت قلب وسینہ ﷺ نے مسلمانوں کی عید قرار دیا ہے اس کے لیے بھی یوم الجمعۃ عید المسلمین کے نام سے کوئی باب نہیں باندھا۔

یوم جمعہ کے عید ہونے پر حدیث رسول ﷺ بھی سنتے جائیں۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے سرکار نامدار ﷺ نے ارشاد فرمایا ''یوم جمعہ عید ہے سو اپنی عید کے دن روزہ نہ رکھو، المستدرک للحاکم 1595

اب ہم آخر میں منکرین جشن عید میلاد النبی ﷺ کے سامنے ایک سوال رکھتے ہیں جن کا جواب دینا ان پر لازم ہے۔

تمعارا یہ کہنا کہ

"اس کا عنوان اور فضائل، حدیث اور فقہ کی کتابوں میں نہیں ہیں، لہذا یہ فعل ناجائز و حرام و بدعتِ سَیِّئَہ ہے"۔

اور اسی طرح یہ کہنا کہ:

"جو فعل اللہ پاک کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ و تابعین رضی اللہ عنھم سے ثابت نہیں وہ ناجائز و حرام اور بدعتِ سیئہ ہے."

تمعارے یہ 2 اصول کس دلیل سے ثابت ہیں؟

تمام منکرینِ میلاد سے ہم کہیں گے کہ اپنے ان من گھڑت، گمراہ کن اور جاہلانہ اصولوں پر قرآن وحدیث سے دلیل لاؤ، اور اگر دلیل نہ لاسکو، اور یقیناً نہ لاسکو گے تو اپنے باطل عقیدے سے توبہ کر کے صحیح العقیدہ سنی بن کر میلاد شریف کی دھومیں مچانے والوں میں شامل ہو جاؤ۔

یہ آخر میں صرف التزامی جواب ہے۔

حضرت عمر بن خطاب اور عمر بن ہشام میں سے عمر بن خطاب کا انتخاب کیوں؟

میرے ذہن میں یہ سوال اکثر گردش کرتا تھا کہ جب تاجدار کائناتﷺ نے اللہ رب العزت سے حضرت عمر بن خطاب اور عمر بن ہشام میں سے ایک کو طلب کیا تو حضرت عمر فاروق کا انتخاب ہی کیوں کیا گیا؟ اگر عمر بن ہشام اسلام قبول کرتے تو دعا نبوی کی بدولت ان کے ذریعہ بھی اسلام کو وہ ہی شان وشوکت اور عروج ملتا جو حضرت عمر فاروق کے ذریعہ ملا اور حضرت عمر فاروق کی بنسبت عمر بن ہشام کا قبول اسلام حضورﷺ کے لیے زیادہ باعث خوشی ہوتا کہ وہ آپ کے چچا ہیں اور چچا عزت واحترام اور ادب میں بمنزلہ باپ کے ہوتا ہے۔

اس سوال کا جواب حضورﷺ کی سیرت ہی عطا کرتی ہے تھوڑا پیچھے جائیں ابتداء اسلام کی بات ہے ابھی چند افراد ہی حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے ایک دن سرکار عالی وقارﷺ حرم شریف میں نماز پڑھ رہے تھے اور وہاں کچھ کفار بھی موجود تھے اسی دوران ابوجہل کی ترغیب پر عقبہ بن ابی معیط نے ذبح کیے ہوئے اونٹ کی اوجھ لی اور آپﷺ کے سجدہ کی حالت میں اس اوجھ کو آپ کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان رکھ دیا کسی کی اطلاع پر سیدہ فاطمۃ الزہرہ آئیں اور اس گندگی کو دور کیا۔۔اگر یہ گستاخی کسی اور موقع پر ہوتی تو یقیناً آپﷺ اپنی صفت درگزر کا مظاہرہ کرتے ہوئے معاف کر دیتے مگر یہ وقت، وقت بارگاہ الٰہی میں حاضری کا تھا اس عبادت کا تھا جس کے متعلق آپ نے فرمایا، نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے،

نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے ان کفار کے لیے یوں بددعا فرمائی۔۔۔۔یا آللہ تو گروہ قریش کو پکڑ

یا اللہ تو ابوجہل بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، عقبہ بن ابی معیط اور امیہ بن خلف کو پکڑ۔

یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ محبوب رب العالمین کی زبان مبارک سے کوئی دعا نکلے اور وہ بارگاہ الٰہی میں شرف قبولیت نہ پائے اسی دعا کی بدولت ابوجہل اللہ تعالی کی پکڑ میں آچکا تھا اور جب بعد میں دعا کی گئی تو وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حق میں قبول ہوئی، میرے نبی ﷺ کی کوئی بھی دعا رد نہیں کی جاتی۔

شبہات حدود کو ساقط کرتے ہیں

دین کا مسلمہ اصول ہے کہ شبہات حدود کو ٹالتی ہیں، اور جتنا ہو سکے حدوں کو ساقط کرنا اسلام کی منشاء ہے اس کے ساتھ یوتھیوں کو بالخصوص اور عام افراد کو بالعموم یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ حدوں کو ساقط کرنے والا معاملہ ان گناہوں کے ساتھ ہیں جن کا تعلق بندے اور رب کے درمیان ہے البتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکت کی اگر کوئی بندہ توہین کرتا ہے اور قاضی کے ہاں اس کی توہین ثابت ہو جاتی ہے تو اب قاضی بھی اسے معاف کرنے کا کسی طرح کا اختیار نہیں رکھتا اگر چہ بندہ توبہ بھی کرے پھر بھی اسے سزا دی جائے گی اور یہ حد کسی صورت بھی ساقط نہیں ہو سکتی، جیسا کہ قاضی عیاض نے الشفاء اور دیگر علماء نے اپنی کتب میں صراحت کی ہے آسیہ مسیح کا معاملہ بھی ایسا ہی ہیا ور ساتھ یہ بھی اگر اب فیصلہ درست ہے تو پہلے دو عدالتوں نے اسے سزائے موت کس بناء پر دی؟ کیا پہلا فیصلہ غلط تھا غلط تھا تو ان 9 سالوں میں اس ملک اور عوام کا جو جانی و مالی نقصان ہوا اور اس دوران عوام جس ذہنی اذیت سے دو چار ہوئی اس کے ذمہ دار کون ہیں؟؟؟

مروجہ محافل نعت کے نقصانات

مروجہ محافل نعت کے نقصانات کو دیکھتے ہوئے اشرف العلماء شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی علیہ الرحمۃ اللہ القوی نے ملتان کی ایک سالانہ محفل نعت جس پر ہر سال لاکھوں روپے خرچ کیے جاتے تھے دوران خطاب حاضرین سے سوال کیا، اگر کوئی غیر مسلمان یا مسلمان کہلانے والا بدعقیدہ گروہ تمعارے عقائد ومعمولات پر حملہ کرے اور انہیں کفر وشرک کہے تو بتاؤ کون تمعارا دفاع کرے گا؟ سب حاضرین نے کہا یہ کام تو علماء کا ہے-اس پر آپ نے فرمایا

آپ نے یہ کبھی سوچا ہے کہ جو علماء آپ کی متاع ایمان اور دولت یقین کے محافظ ہیں وہ تیار ہو رہے ہیں یا نہیں؟ دینی مدارس جہاں سے علماء تیار ہوں گے ان کی حالت کیا ہے؟ مذہبی علماء کی معاشی حالت کیا ہے؟ اور آپ کے وسائل کا کتنے فیصد علماء کی تیاری پہ صرف ہو رہا ہے؟ اگر آپ نے آج اس کے بارے میں نہ سوچا تو کل اس بار اگراں کو کون اٹھائے گا؟،،

آپ کی اس حکیمانہ نصیحت کا یہ اثر ہوا کہ بانی محفل نے اسی وقت اعلان کیا کہ جتنے وسائل اس محفل میں صرف ہوتے ہیں وہ آئندہ سنی مدارس میں سے کسی ایک مدرسے کی نذر کیے جائیں گے-

پھر بانی محفل نے اپنے اس اعلان پر عمل بھی کیا۔

(مجلّہ حجت الاسلام، علامہ اشرف سیالوی نمبر صفحہ 234)

جعلی مزارات نہ بننے دیں

کم بیش چھ سال قبل بندہ کے آبائی گاؤں میں ایک ایسے شخص کا انتقال ہوا جسے لوگ سائیں کہتے اور اس کی بد دعا سے ڈرتے تھے (سائیں بابا کو میں نے کبھی مسجد کا رخ کرتے نہیں دیکھا تھا.......) انتقال کے بعد ان کے گھر والوں اور چند جہلا نے مل کر ان کی قبر کے چاروں طرف بانس لگا کر اوپر چادر ڈال دی (تین، چار چادریں قبر کیا وپر بھی تھیں) بانسوں کے ساتھ رنگ برنگے جھنڈے لگا دیے اور جھنڈوں کی ایک اچھی خاصی تعداد قبرستان کی سائیڈوں پر بھی نظر آرہی تھی صفائی ستھرائی کے ساتھ چندے کے لیےایک بوکس کا بھی انتظام کیا گیا تھا الغرض سوائے مزار کی عمارت کے وہ تمام چیزیں مہیا کردی گئی تھیں جن کا مزارات کے لیے ہونا ضروری ہوتا ہے دور سے دیکھنے والا محسوس کیے بغیر نہ رہ سکتا تھا کہ یہاں کوئی بزرگ آرام فرما ہیں جب میں نے یہ صورت حال دیکھی تو اپنے ایک قریبی اعزیز و دوست کو ساتھ لے کر احترام قبور مسلم کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ان مذکورہ تمام چیزوں کو وہاں سے ہٹا دیا اور سائیں بابا کی قبر کو دیگر قبور کی ہیت پر باقی رکھا الحمدللہ بڑوں کا گاؤں میں اثر رسوخ ہونے کی بناء پر میرے خلاف کسی طرح کی کوئی مذاحمت نہیں ہوئی اور نہ ہی دوبارہ کسی نے یہ حرکت کی اگر میں بروقت اس طرح نہ کرتا تو آج وہاں میلہ دیکھنے کو ملتا جس میں دور و نزدیک سے لوگ حاضر ہو کر مستفیض ہو رہے ہوتے، یہ واقعہ نقل کرنے کا مقصد فقط اتنا ہے کہ اپنے ارد گرد کڑی نظر رکھیں اور جہاں کہیں اس طرح کی بدعات وخرافات نظر آئیں انہیں دور کرنے میں ہر ممکن کوشش کریں ہماری ذراسی ہمت سینکڑوں مسلمانوں کے عقائد واعمال کی حفاطت کا ذریعہ بن سکتی ہے-حقیقت یہ

ہے کہ ہم اولیاء کے دفاع میں تو بہت بولتے لکھتے ہیں مگر ان جعلی پیروں اور بدعات سے بھرپور مزارات کی طرف بہت کم توجہ دیتے ہیں ہمارے ارد گرد بہت سے مزارات اسے ہیں جن کے متعلق ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ سوائے گمراہی کے اور کچھ نہیں اس کے باوجود ہماری خاموشی آخر کیوں؟ جو اہل علم ان کے خلاف لکھتے، بولتے ہیں انہیں انگلیوں پہ گنا جاسکتا ہے پھر ان کا ہلکا اثر بھی محدود ہے جس کی بناء پر خاطر خواہ فوائد نہیں ہورہے۔ طریقت کے نام پر مسلمانوں کے عقائد واعمال برباد کرنے والوں کے خلاف علم جہاد بلند کرنا دیگر مسالک سے کہیں زیادہ اہلسنت کی ذمہ داری ہے صوفیوں کے وارث بھی یہ ہیں اور اس شعبہ کو چوروں، لٹیروں اور بدعات وخرافات سے محفوظ کرنے کی ذمہ داری بھی انہیں پر عائد ہوتی ہے حق تو یہ ہے کہ طریقت کے نام پر رائج خرافات کے خلاف اس قدر شدت اختیار کی جائے کہ دیگر مسالک کو بولنے کا موقع ہی نہ ملے۔

ترک ڈرامے

اگر مافیا پر بنی فملیں دیکھ کر نوجوان جرائم کی طرف مائل ہو سکتے ہیں
اگر محبت کی کہانیوں کے گرد گھومنے والی فلمیں دیکھ کر نوجوان نسل عشق مجازی میں مبتلا ہو سکتی ہے
اگر فلم دیکھ کر نوجوان چوری کرنا اور اس کے پلان بنانا سیکھ سکھتے ہیں
اگر سیکس فلمیں دیکھ کر نوجوان چائلڈ سیکس کی طرف مائل ہو کر پھر قتل تک جا سکتے ہیں
اگر خواتین ڈراموں سے سیکھ کر شوہروں کو اپنی انگلیوں پر نچانا سیکھ سکتی ہیں
اگر شرح طلاق میں اضافہ ڈراموں کی وجہ سے ہو سکتا ہے
اگر ہر برائی فلموں اور ڈراموں سے سیکھی جا سکتی ہے
تو ارطغل ڈرامہ سے جذبہ جہاد بھی پیدا ہو سکتا ہے، اپنی ثقافت بھی دیکھائی جا سکتی ہے میڈیا کے ذریعہ میڈیائی وار کو بھی روکا جا سکتا ہے
آپ کو کس نے کہہ دیا ہے کہ میڈیا کے ذریعہ جذبہ جہاد نہیں پیدا ہو سکتا، اگر ایسا ہے تو پھر پورے مغرب اور یہ لنڈے کے لبرل کو اس ڈرامہ سے تکلیف کیوں ہو رہی ہے؟
آج تک کیا آپ نے امام واقدی کی فتوح الشام کا بالاستعیاب مطالعہ کیا ہے؟ ڈرامہ شروع ہونے کے بعد ہی کیا ہو؟ یا آپ کی ترغیب پر کسی ایک نے بھی اس کتاب کا مطالعہ کیا ہو؟
کوئی ہے تو سامنے آئے

اور یہ کہنا کہ ڈراموں سے جذبہ جہاد وقتی اور ڈرامائی ہی ہوگا بلکل درست نہیں کیونکہ ہر چیز اپنا اثر کچھ وقت کے بعد کھو دیتی ہے انسان آج جس حالت پر ہوتا ہے کل اس پر نہیں ہوتا، میں نے جب کوئی دس سال قبل فتوح الشام کا مطالعہ کیا تھا تو اس وقت مذکورہ کتاب پڑھنے کے بعد دل کرتا تھا آج ہی میدان جنگ سجے، کفار سے مقابلہ ہو شہادت حاصل کریں یا پھر غازی بنیں مگر وقت گزرتا گیا آج یہ حالت نہیں ہے اور اگر کوئی یہ کہہ دے کتابوں سے جذبہ جہاد کتابی ہی ہوگا اصل جذبہ پیدا نہیں ہوسکتا کیونکہ صحابہ کرام نے یہ جذبہ کتابوں سے نہیں بلکہ حضور ﷺ کی صحبت بابرکت سے براہ راست لیا تھا تو؟

میں کسی ایسے فرد کو نہیں جانتا جو ارطغل کی حمایت کرتا ہو اور اس نے ساتھ کسی متقی مسلمان کو اسے دیکھنے کی ترغیب دی ہو ہاں انہوں نے ان کو ترغیب دی ہے جو پہلے سے ڈرامے یا فلمیں دیکھتے ہیں کہ آپ نے وہاں جو ٹائم برباد کرنا ہے تو یہ دیکھ لیں۔

باجود کہ میرا سارا خاندان جانتا ہے کہ میں فلمیں ڈرامے نہیں دیکھتا پھر بھی میرے چند رشتہ داروں نے مجھے ارطغل دیکھنے کی ترغیب دلائی اور ساتھ اس کے محاسن بتاتے رہے یہ الگ بات ہے کہ میں نے ابھی تک ایک قسط بھی نہیں دیکھی اور شائید دیکھ بھی نہ پاوں۔

مجھے کہنے دیجیے اور یہ سچ ہے ارطغل ڈرامہ کو فتنہ کہنے والے اور اس کی مخالفت کو فرض منصبی سمجھنے والے زمانے کی نزاکتوں سے غافل ہیں یہ فلمیں، یہ ڈرامے اپنا اثر رکھتے ہیں اور پورا پورا کھتے ہیں انہیں دیکھنے والے ان سے بہت کچھ سیکھتے ہیں ان کا اثر قبول کرتے ہیں، پاکستان میں ملحدین اور قادیانیوں کی کوششوں سے ''بول اور خدا کے لیے'' نامی دو فلمیں بنی ہیں جن میں انہوں نے اسلامی تعلیمات کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی ہیں کفریات تک شامل ہیں دین کی تھوڑی سمجھ بوجھ رکھنے والے عام مسلمان نے بھی ان پر تنقید کی ہے اگر یہ فملیں اپنا اثر نہ رکھتیں تو سیکولر و ملحدانہ نظریات کے حامل افراد کڑوڑوں روپیہ لگا کر یہ فملیں نہ بناتے

ابھی تو انہوں نے آپ کی قوم کے اخلاق بگاڑے ہیں جس دن سیدھا عقائد اور اسلامی تعلیمات پر حملہ ہوگا (اور شائید آپ کو معلوم نہیں ایسا ہو بھی چکا ہے) اس دن آپ نے آنکھیں کھولنی ہیں؟ مگر اس وقت بت دیر ہو چکی ہوگی۔

درس حدیث کا ادب

متقدمین علماء ومشائخ کی سیرت سے آگاہی ہماری ضرورت ہے اور متاخرین سے عدم واقفیت ہماری غفلت، یہی وجہ ہے کہ ہم اپنی روزمرہ کی گفتگو اور خطابات وتحریروں میں اسلاف کے واقعات کثرت سے بیان کرتے ہیں مگر متاخرین کا ذکر خال خال ہی ملتا ہے زیادہ سے زیادہ اپنے پیر یا استاد کا ذکر کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں،

ہم یہ تو بیان کرتے ہیں کہ محدث طبرانی نے حصول علم کے سفر کے دوران تین دن تک اپنے دو ساتھیوں سمیت بھوک و پیاس کاٹی ہے مگر یہ معلوم نہیں کہ علامہ عبدالغفور ہزاروی نے صرف بارہ سال کی عمر میں شہر دہلی میں مسلسل چار روز بھوک و پیاس سے گزارے ہیں اور ان کی یہ تکالیف راہ علم میں تھیں

قاضی ابو یوسف کے صاحبزادے کا انتقال ہوگیا آپ کو حصول علم کا شوق اس قدر زیادہ تھا کہ اپنے استاد محترم سر تاج الفقہاء سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ کی مجلس درس سے چھٹی کرنا بلکل گوارہ نہیں تھا اس لیے آپ نے بیٹے کی تجہیز وتدفین کا کام کسی قریبی کے سپرد کیا اور خود مجلس علم میں حاضر ہو گئے۔

ہر مدرسے میں ہر استاد اپنے تلامذہ کو یہ واقعہ سنا کر حصول علم میں ان کے ذوق وشوق کو بڑھاتا ہے

امام مالک درس حدیث میں مشغول تھے اس دوران ایک بچھو نے آپ کو متعدد مرتبہ ڈنگ مارا (ایک روایت میں ہے ستر مرتبہ کاٹا) مگر آپ نے حدیث رسول ﷺ کے ادب میں ذرا بھر بھی جنبش نہیں کی بلکہ مسلسل درس حدیث میں مشغول رہے اس واقعہ کو ہم بڑے شوق سے بیان کرتے ہیں مگر بحر العلوم علامہ محمد نواز نقشبندی کا

واقعہ شائید ہی کبھی بیان کیا ہو، یہ وقعہ اگر آپ نہیں جانتے تو پڑھیں۔

ایک مرتبہ بحر العلوم مولانا محمد نواز نقشبندی درس حدیث میں مشغول تھے گھر سے اطلاع ملی کہ آپ کے صاحبزادے محمد احسان اللہ علیل ہیں گھر تشریف لائیے آپ نے ادب رسول ﷺ کے پیش نظر درس حدیث کو درمیان میں چھوڑ کر جانا مناسب نہیں سمجھا اس لیے فرمایا میں آتا ہوں اور مسلسل درس میں مشغول رہے، دوسری مرتبہ پیغام ملا کہ صاحبزادہ کی طبیعت زیادہ خراب ہوگی ہے آپ پھر بھی نہیں گئے، تیسری مرتبہ اطلاع ملی کہ ان کا انتقال ہوگیا ہے آپ نے انتہائی صبر وتحمل سے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور دوبارہ پھر درس حدیث میں مشغول ہوگے، درس سے فراغت کے بعد گھر تشریف لائے اور بیٹے کی تجہیز و تدفین میں مشغول ہوئے۔

اپنا محاسبہ خود کیجیے اگر یہ واقعہ متقدمین میں سے کسی کا ہوتا تو کیا ہم اس سے لاعلم رہ سکتے تھے؟ کیا اس کو کثرت سے اپنی مجالس اور تقاریر وتحریر میں بیان نہیں کرنا تھا؟ آخر اس غفلت کی وجہ اور اسباب کیا ہیں؟

واقعہ کربلا کے متعلق جھوٹی روایات

میدان کربلا میں امام حسین اور آپ کے رفقاء پر پانی بند کر دیا گیا تھا اس طرح کی روایات ہم بڑے زور وشور سے بیان کرتے ہیں حالانکہ کتب تاریخ سے ثابت ہے کہ آپ کے پاس پانی موجود تھا نہر فرات پر سخت پہرہ کے باوجود آپ کے رفقاء پانی لانے میں کامیاب ہو جاتے تھے شیخ ابن کثیر نے البدایہ والنھایہ میں ایسی روایات نقل کی ہیں بلکہ عاشورہ کے دن امام حسین کے غسل کرنے کو بھی لکھا ہے لکھتے ہیں

" فعدل الحسين الى خيمة قد نصبت، فاغتسل فيها،،

(البدایہ والنھایہ جلد 8 صفحہ 253، دار ابن کثیر دمشق، بیروت)

واضح ہے پانی موجود تھا تو غسل کیا تھا

پھر ایک طرف کی روایات کو بیان کرنے کا مقصد صرف اپنی دوکان داری چمکانا ہے تا کہ من گھڑت عقیدہ بچا رہا کیونکہ رافضی اور ہمارے لکیر کے فقیر مقررین جانتے ہیں کہ محفل کا رنگ جمانے اور پورے سال کا لنگر اکٹھا کرنے کے لیے مرچ مصالے لگانے ضروری ہیں ورنہ دوکان بند ہو جائے گئی،

ایک طرف کی روایات بیان کر کے جب رافضی اہلبیت کو عوام کی نظروں میں مظلوم ثابت کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو پھر اس کی آڑ میں صحابہ کرام علیھم الرضوان پر حملہ آور ہوتا ہے کہ دیکھو اہلبیت پر شروع سے ہی ظلم ہو رہا ہے سب نے مل کر ان سے خلافت چھین لی تھی،

بھائی ان رافضیوں کے ہر فعل کے پیچھے ایک مقصد بد چھپا ہوا ہے اس کو پہچانو اور واقعہ کربلا کو صرف اہلسنت کے نظریات کے مطابق، اس کے حقیقی پس منظر اور اس کی صیح تحقیقی روایات کے ساتھ ہی بیان کرو۔

☆☆☆☆

واقعہ کربلا سے متعلق رافضیت نے اس کثرت سے موضوع روایات کوفروغ دیا ہے کہ اب یہ زبان عام ہوگئی ہیں ایسے میں اگرکوئی جاہل ایسی روایت بیان کرےتو ایک لمحہ کے لیے ہم اسے معذور سمجھ لیتے ہیں،مگرایک عالم،مبلغ،مستند درس وتدریس پرفائز شخص اگرواقعہ کربلا کی روایات کے متعلق سچ اور جھوٹ کی تمیزنہیں کرتا یا وہ اس صلاحیت سے محروم ہےتو وہ یقیناً مجرم ہےاس کا مواخذہ ہوگا دنیامین بھی اورآخرت میں بھی۔

☆☆☆☆

امام حسین رضی اللہ عنہہ اورآپ کےرفقاء کی شہادت تاریخ اسلام میں ایسادردناک اورملت اسلامیہ میں مشہورواقعہ ہے کہ اپنی ساخت کےلحاظ سے اسے کسی من گھڑت،موضوع روایت کی ضرورت نہیں اگر پھر بھی کوئی رافضیت سے متاثر ہوکرجھوٹ کا سہارالیتا ہےتو وہ جھوٹوں میں بہت بڑاجھوٹا ہےاورجھوٹے شخص کا دین میں کوئی اعتبار نہین،ایسے سے اپنادین لیناحماقت ہے۔

☆☆☆☆

ناامام حسین کی تعریف لامحدود کریں گے

نایزید پرلعنت بےشمار بھیجیں گے

امام حسین کے مناقب وہ ہی بیان کریں گے جوقرآن وسنت میں بیان ہوئے ہیں

یزید کی مذمت اتنی ہی کریں گےشرع جتنے کی اجازت دے گی،

ناغلوکریں گے ناحد سے بڑھیں گے۔

گستاخانہ خاکوں کے ردعمل میں کرنے کا کام

جمہوریت کے اس دور میں کسی بھی جمہوری ملک کے اندر کسی اہم ایشو کی مخالفت یا حمایت میں اس ملک کی پارلیمنٹ کے اندر قرارداد جمع کروائی جاتی ہے جس پر قرارداد جمع کروانے والے پارلیمانی منمبر یا وزیراعظم کی طرف سے اظہار خیال کیا جاتا ہے اور پھر اس قرارداد کو اکثریت کی بناء پر قبول یا رد کردیا جاتا ہے، پاکستان کی پارلیمنٹ میں گستاخانہ خاکوں کے خلاف قرارداد کو متفقہ طور پر منظور کرلیا گیا ہے اور اس پر پاکستان کے نومنتخب وزیراعظم عمران خان اظہار خیال بھی کرچکے ہیں، جس کا لب لباب یہ ہے کہ پاکستانی حکومت اقوام متحدہ کے پلیٹ فارم سے اس ایشو کی حساسیت کو دنیا کے سامنے رکھے گی اور او ای سی کے پلیٹ فارم سے ان گستاخانہ خاکوں کو رکوانے کی کوشش کرے گی، اب ہمارا کرنے کا کام صرف یہ ہے کہ ہم بہترین، موثر اور پرامن طریقہ سے اپنی حکومت پر دباؤ ڈالیں کہ وہ اپنی کہی ہوئی باتوں پر عمل کرے اور اقوام متحدہ اور او ای سی کے پلیٹ فارم کو استعمال کرتے ہوئے بین الاقوامی سطح پر مقدس ہستیوں کی توہین کو رکوانے کے لیے قانون سازی کروائے، ہمارا اصل احتجاج اور کرنے کا کام یہی ہے (ہالینڈ کے سفیر کو ملک بدر کرنے کا کام بعد کا ہے)، ورنہ یہ گندے کافر اس طرح کی حرکتیں کرتے رہیں گے اور ہم سوائے دل جلانے، احتجاجی ریلیاں نکالنے اور توڑ پھوڑ کے علاوہ کچھ نہیں کرسکیں گے

قانونی کاروائی کے بغیر قتل

شاگرد کا اپنے استاد کو قتل کرنے کا کوئی قانونی جواز نہیں تھا البتہ توہین اسلام کے الزام کے ساتھ سٹوڈنٹ کا استاد کو قتل دعوت غور وفکر دیتا ہے۔ پاکستان میں توہین عدالت توہین فوج اور توہین ریاست پر تو ادارے حرکت میں آتے ہیں مگر توہین اسلام پر کچھ نہیں ہوتا۔

شہرلودھراں کے ہمارے ایک دوست جوان دنوں اوکاڑہ میں ہی مقیم ہیں ان کا کہنا ہے کہ وہاں ان کے کالج کے ایک پروفیسر اسلام پر کئی بار حملہ کر چکے ہیں یہی نہیں بلکہ ان کے نزدیک مسلمانوں کی اکثریت کافر ہے۔ اس مذکورہ پروفیسر کے خلاف طلباء کئی بار متعلقہ تھانہ میں درخواست بھی جمع کروا چکے ہیں مگر آج تک اس پر عمل نہیں ہوا ایسے میں اگر کوئی اور طالب علم غصہ میں آ کر اس پروفیسر کو عالم برزخ میں پہنچا دے تو مجرم کون؟

☆☆☆☆

کسی جنونی کی حمایت یا مذمت کرنے کی بجائے اس بات پر زور دیں کہ ادارے قانون کی بالادستی قائم کریں حکومت ایسے اقدامات کرے کہ اس ملک میں توہین مذہب کی نوبت ہی نہ آئے اور اگر کبھی ایسا ہو تو ضروری قانونی تقاضے پورے کر کے مجرم کو فوراً سزا دی جائے۔

اللہ رکھا رحمٰن ،خدیجہ اور حجاب

1999 میں انیل کپور، اکشے کھنا اور ایشوریہ رائے کی مشہور فلم Taal ریلیز ہوئی تھی یہ فلم اپنی سٹوری اور ایکٹنگ سے زیادہ گانوں کی وجہ سے پسند کی گئی۔اس فلم کے گانوں کے لیے میوزک کمپوز کرنے والا شخص بھارتی فلم انڈسٹری کا مشہور میوزک کمپوزر Rehman RA ہے پہلے یہ ہندو تھے اور ان کا نام دلیپ کمار تھا25 سال کی عمر میں اسلام قبول کیا، جن کے ہاتھ پر دولت اسلام سے مشرف ہوے انہوں نے ان کا ''اللہ رکھا رحمٰن'' نام رکھا۔اے آر رحمٰن اسی کا مخفف ہےRehman RA کے نام سے ان کی (کتاب) خودنوشت بھی ہے قبول اسلام کی تفصیل اس میں دی ہے۔

اللہ رکھا رحمٰن نے دس سال قبل Slumdog millionaire نامی فلم بنائی تھی اس فلم کے دس سال پورے ہونے پر ایک پارٹی کا اہتمام کیا گیا جس میں ان کی بیٹی خدیجہ نے ان کا انٹرویو لیا۔جیسے ہی ان کی بیٹی نے حجاب میں سٹیج پر آکر اپنے والد کا انٹرویو لیا تو بھارتی میڈیا بالخصوص سوشل میڈیا پر ان کے خلاف سخت کمپین چلائی گئی اور خدیجہ کے حجاب کی وجہ سے انہیں سخت برا و بھلا کہا گیا۔اللہ رکھا رحمٰن جو کل تک بالی وڈ کی آنکھ کا تارہ تھا اچانک ان کا دشمن بن گیا۔بعد میں اللہ رکھا نے اپنے Twitter اکاونٹ پر ایک تصویر شیئر کی جس میں چار خواتین تھیں ایک ان کی بیوی جس نے سر پر دوپٹہ لیا ہوا تھا ایک یہ ہی ان کی بیٹی خدیجہ جو حجاب میں تھی جبکہ ان کی دوسری بیٹی اور ایک غیر خاتون جن کے سر پر دوپٹہ بھی نہیں تھا وہ بھی ساتھ تھیں۔ اس تصویر کے اوپر اللہ رکھا نے Freedomtochoose# کے الفاظ لکھ کر بتایا کہ انتخاب کی آزادی

ہے یعنی میں کسی پر پابندی نہیں لگا تا ہر ایک اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزار رہا ہے۔
قابل غور پہلو یہ ہے کہ اگر اللہ رکھا اسی پارٹی کے دوران وہاں موجود تمام مسلمانوں کو لے کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا تو کسی کو کوئی تکلیف نہیں ہونی تھی مگر ان کی بیٹی کے ایک حجاب نے سب کو پاگل کر دیا۔ حجاب کی مخالفت کرنے والے صرف اس وجہ سے اس کی مخالفت نہیں کرتے کہ یہ اسلامی شعار ہے بلکہ اس کے پیچھے اربوں ڈالر کی انڈسٹری ہے جب عورت بے پردہ ہوتی ہے تو فیشن کے نام پر نت نئے ملبوسات بکتے ہیں جیولری اور Beauty کا سامان بکتا ہے جلدی بیماریاں پھلتی ہیں جن میں سکن کینسر سرے فہرست ہے ہماری اکثر خواتین پردہ کرتی ہیں اس وجہ سے ان میں سکن کینسر نہ ہونے کے برابر ہے جبکہ یورپ میں اس مرض کی خواتین کی تعداد بہت زیادہ ہے اگر ساری دنیا کی عورتیں حجاب کرنا شروع ہو جائیں تو ان کی عربوں ڈالر کی انڈسٹری تباہ ہو جائے گی یہی وجہ ہے کہ یہ ہمیشہ حجاب کی مخالفت کرتے ہیں اسی بناء پر انہوں نے سوشل میڈیا پر ہزاروں جعلی اکاونٹ کے ذریعے اللہ رکھا رحمٰن اور ان کی بیٹی خدیجہ پر سخت تنقید کی ہے تا کہ دوبارہ کوئی حجاب کو پرموٹ کرنے کی کوشش نہ کرے۔ اللہ رکھا رحمٰن کی زندگی جیسی بھی ہے اسلامی نقطہ نظر سے ان کے ساتھ کئی اختلاف ہو سکتے ہیں مگر پردہ کے معاملہ میں ہم ان کی اور ان کی بیٹی خدیجہ کی حوصلہ شکنی نہیں ہونے دیں گے تمام مسلمان بالخصوص ہندوستان کے مسلمانوں کو چاہیے کہ ان کے حق میں سوشل میڈیا پر لکھیں اور ان کی حوصلہ افزائی کریں۔

عورت پھر بھی مظلوم ہے

شادی میں مرد نے اتنے تولہ سونا ڈالنا ہے اس کا گھر علیحدہ ہونا چاہیے بیوی فارغ رہے اور گھر میں کام کرنے والی ہو، گھریلو اخراجات کے علاوہ اس کے مخصوص اخراجات علیحدہ ہونے چاہیے، مزید موبائل اخراجات بھی علیحدہ، شوہر اپنی کمائی بیوی اور سسرال پر تو خرچ کرے مگر اپنے والدین اور بہن بھائیوں پر ایک روپیہ نہ خرچے، ہفتہ میں ایک دن سیر کے لیے باہر لے کر جائے، کام وہاں اور وہ کرے جو بیوی کی خواہش ہو، بیوی جب جس عزیز سے چاہے ملے مگر شوہر کے لیے یہ جائز نہیں وغیرہ وغیرہ، اگر ان میں سے ایک ڈیمانڈ/ خواہش بھی پوری نہ ہوئی تو طلاق کا مطالبہ، شوہر نے سمجھداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس سے گریز کیا تو فوراً عدالت کی مدد سے طلاق حاصل کی، بیچارے مرد کی جھولی میں ذلت اور الزامات علیحدہ ڈالے، دیسی لبرل کا رونا عورت پھر بھی مظلوم ہے۔

وقت ضائع نہ کریں

ان دنوں مدارس میں خلاف معمول، خلاف توقع چھٹیاں جاری ہیں ہم نے ان کو ضائع کرنے کی بجائے علمی کاموں میں صرف کرنے کو ترجیح دی ہے ان چھٹیوں میں اب تک درج ذیل اہم کام کیے ہیں

ا۔ڈاکٹر شیر محمد زمان کا مضمون ''پاکستان میں تحقیق مخطوطات کا مسئلہ اور چند تجاویز'' کی FP.D فائل تیار کی۔

۲۔مختلف ویب سائٹس سے کم وبیش 250 کے قریب کتابیں ڈائن لوڈ کیں اردو فونٹ میں ان کے نام لکھ کر ترتیب سے محفوظ کیا اور بعض کا سرسری مطالعہ بھی کیا۔

۳۔چند سال قبل لکھی ہوئی راقم کی کتاب ''بارہ کبیرہ گناہ'' پر نظر ثالث کی، ضروری حذف واضافہ کے بعد اسے فائنل کیا۔

۴۔ڈاکٹر جمیل محمد علی حلیم شافعی کی کتاب ''الادلۃ المنیفۃ'' پر تعارفی مضمون لکھا

۵۔پاک وہند کے علماء ومشائخ (جس میں ماضی قریب کے بزرگوں کو اولین ترجیح حاصل ہے) کے حالات پر کام جاری تھا جس کی جلد اول پر کام ہو چکا تھا البتہ مقدمہ اور اعلام وماخذ ومراجع کی فہرست تیار کرنا باقی تھی آج ماخذ ومراجع کی فہرست بھی تیار کر لی ہے اور باقی کام بھی دو تین دن تک مکمل ہو جاے گا ان شاء اللہ

ان چھٹیوں میں اور بھی کئی علمی کام کرنے کا ارادہ ہے

یہ سب بتانے کا مقصد یہ ہے کہ آپ بھی ان چھوٹیوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کوئی علمی کام کریں غیر درسی

کتب کا مطالعہ کثرت سے کریں جو لکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں وہ کوئی تحقیقی کام کریں، کسی کتاب کا ترجمہ کریں یا اپنے اسلاف کی کسی کتاب پر تحقیق کریں۔

میڈیا وسوشل میڈیا سے جتنا ہو سکے دور رہیں، فیس بک کو کم وقت دیں، ذہنی طور پر پرسکون رہیں گے۔

اللہ تعالی ہم سب کا حامی وناصر ہو اور موجودہ وبا سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

سوشل میڈیا پر وقت کو بچائیں

حافظ عاطف سوشل میڈیا پر احادیث پر نقد و جرح کرنے میں کافی جدو جہد کرتے ہیں ہر اہم مسئلہ کی احادیث (صحیح لذاتہ، صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ، حسن لغیرہ، مرسل، معضل، منقطع، معلق، عزیز، مشہور، غریب وغیرہ) لے کر ان پر ضعیف سے کم درجہ کا تو حکم بلکل نہیں لگاتے اور ضعیف کہہ کر انہیں موضوعات میں شمار کر دیتے ہیں قاری کو الجھانے کا فن جانتے ہیں نقد و جرح کرتے وقت اکثر حوالہ نہیں دیتے جیسے ان کا قول عالم اسلام میں سند کا درجہ رکھتا ہو، اپنی تحریروں سے تو منکر الحدیث لگتے ہیں اور چھپے بیٹھے ہیں ان کی تحریر پڑھ کر ایک شخص نے تو یہ بھی کہہ دیا کہ مجھے تو سارا دین ہی ضعیف لگتا ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ محدثین کے بیان کردہ اصول وضوابط (ضعیف احادیث کی جانچ و پرکھ اور ردوقبول) کو نظر انداز کر کے کسی راوی کے متعلق ان کے اقوال جرح تو لے آتے ہیں مگر اسی راوی کے متعلق اقوال توثیق کو چھوڑ دیتے ہیں

کل انہوں نے رمضان کے متعلق چند احادیث لے کر ان پر اپنی پرانی روش کے مطابق کلام کیا ہے جس پر ہم نے کمنٹ کرتے ہوئے ان کے انداز تحقیق پر مختصر نقد کیا، لغویات اور فضول باتوں سے بھی دور رہے۔ میرا خیال تھا موصوف کوئی مثبت جواب دیں گے یا اپنے انداز تحقیق پر غور کریں گے مگر انہوں نے میرا کمنٹ ہی ڈلیٹ کر دیا اس لیے انہیں انفرینڈ کرنے کا فیصلہ کیا ہے کہ جو بندہ علمی واصولی گفتگو کے ذریعے افہام و تفہیم کی راہ اختیار نہیں کرنا چاہتا اور اپنے ہم خیال چند افراد سے ہی داد وصول کرنا چاہتا ہے اس سے راہیں جدا رکھنی ہی بہتر ہے تا کہ اپنا وقت مثبت کاموں میں صرف ہو۔

ہر کام کی دو جہتیں ہیں

کسی بھی کام کو دو جہتوں سے دیکھا اور پرکھا جاتا ہے پہلی جہت تو یہ ہے کہ کام اور اس کے کرنے والے کی تعریف کی جائے حوصلہ افزائی کی جائے، اس میں موجود محاسن کو نمایاں کیا جائے اور ایسا ہونا بھی چاہیے کہ کچھ کرنے والا اس کا حق رکھتا ہے جبکہ دوسری جہت یہ ہے کہ اس کام میں اگر کوئی خامی ہے کوئی کمی رہ گئی ہے تو اس کی نشاندہی کی جائے مزید بہتری کے اسباب ڈھونڈیں جائیں اور اسے اچھا سے اچھا بنانے کے لیے درست خطوط کی طرف رہنمائی کی جائے- ہماری عادت بن چکی ہے کہ ہم اول الذکر کو محبوب اور ثانی کو ناپسدیدہ سمجھتے ہیں جو کہ بعض وجوہات کی بناء پر قطعا درست نہیں- ہمارے کام میں موجود غلطیوں، کوتاہیوں کی اگر کوئی نشاندہی کرتا ہے اور وہ حسد اور ذاتی رنجش کا بھی شکار نہیں تو ہمیں اس کا خیر مقدم کرنا چاہیے کہ در حقیقت وہ ہمارا دشمن نہیں بلکہ حقیقی دوست اور رہنما ہے، مخالفین کی تنقید برداشت کرنے کی بجائے اپنوں کی نصیحت قبول کر لینا زیادہ بہتر ہے۔

اتحاد اہلسنت کا ایک رخ

اہلسنت کے منتشر قافلوں کو اکٹھا کرنے اور اتحاد اہلسنت کے لیے مسلسل کوششیں ہونے کے باوجود بھی ہمیں وہ کامیابی نصیب نہ ہوئی جو ہماری ضرورت ہے عصر حاضر میں اہلسنت کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا ناممکن تو نہیں البتہ مشکل ضرور ہے کیونکہ نظر وفکر میں اختلافات کا رونما ہونا بدیہی امر ہے جس سے انکار ممکن نہیں یہی وجہ ہے کہ علماء ومشائخ نے ملک ،قوم وملت اور اہلسنت کو درپیش چیلنجز کا ادراک جس سمت سے اپنے مشاہدات وتجربات کی بناء پر کیا اسی کے مطابق آگے بڑھے اور کام کیا ،حکیم محمد موسی امرتسری نے عوامی سطح پر فکر اعلی حضرت کو عام کرنے کی ضرورت محسوس کی تو مجلس رضا کی بنیاد رکھی علامہ عبدالحکیم شرف قادری اور اپ کے ساتھی علماء نے تحریری کام کو آگے بڑھایا ، بدمذہبیت وگناہوں کے سیلاب کو پھیلتے ہوئے دیکھا تو اصلاح امت کے لیے دعوت اسلامی کی بنیاد رکھی گئی غزالی دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی نے اہلسنت کو سیاسی پلیٹ فارم مہیا کیا ، امام شاہ احمد نورانی اور علامہ عبدالستار خاں نیازی نے قوم وملت کی بہتری کے لیے سیاست میں مشغولیت ضروری سمجھی تو عمر بھر یہیں سے کوشاں رہے ان بزرگوں نے اتحاد اہلسنت کے ساتھ اتحاد امت کی ضرورت محسوس کی تو اس کے لیے بھی جدوجہد کی ، طاقت کے بل بوتے پر غیروں کو اہلسنت کی مساجد پر قبضہ کرتے دیکھا تو سنی تحریک سامنے آئی - الغرض جس نے جس جہت سے کام کی ضرورت محسوس کی اسی جہت سے کام کو ہاتھ ڈالا -

بدقسمتی سے اس وقت مسئلہ اتحاد اہلسنت نہیں بلکہ اپنی فکر اور سوچ کو دوسروں پر زبردستی نافذ کرنا اور انہیں

اپنے پیچھے چلانا ہے۔
اگر ہم دوسروں کے کام کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں بلا وجہ اور غیر ضروری مخالفت سے خود کو دور رکھیں بوقت ضرورت ان کے معاون بنیں یا پھر خاموشی سے اپنا کام کریں تو یہ بھی اتحاد اہلسنت کا ایک رخ ہے۔
اگر ہم اس سوچ کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں اور ہر فرد کام پر توجہ دیتا ہے تو بوقت مناسب اس اتحاد کے لیے بھی راہ ہموار ہو جائے گی جس کے لیے خون جگر پگھلایا جا رہا ہے۔
اتحاد سے کہیں زیادہ کام کی ضرورت ہے اسی پر توجہ دینی چاہیے کام مکمل اور درست سمت ہوگا تو کسی اتحاد کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔

اتحاد امت، صلح کلی نہیں صلح جزوی ہے

اتحاد امت کے لیے کوشاں قابل اعتماد کسی سنی عالم کو ہم نہیں جانتے جس نے حسام الحرمین کو پس پشت ڈالا ہو یا دیگر مسالک کے ساتھ اصول وفروع میں صلح کلی کے قائل ہوں۔

صلح کلی درحقیقت دین اکبری کا دوسرا رخ ہے اور کوئی قابل اعتماد سنی عالم اس کا حامی نہیں اتحاد امت کے اسباب ومحرکات عالمی اور سیاسی تناظر میں ہی سامنے آئے ہیں پورا عالم کفر ملت اسلامیہ کے خلاف متحد ہے دشمن گھر میں گھس کر ہمیں مار رہا ہے ہمارا گھر گھر فروعی اختلافات کی بناء پر میدان جنگ بنا ہوا ہے حکمران طبقہ کی گردن سے ابھی تک غلامی کا طوق نہیں اترا، ایسے میں امت کے وسیع تر مفادات کی خاطر کفر کے مقابل تمام مسالک کے اہل علم اگر چند اہم امور میں متحد ہوتے ہیں تو یہ اتحاد امت کے لیے سودمند ہوگا اسے صلح کلی نہیں صلح جزوی کہیں گے مفتی اعظم ہند کی حیات میں شیعہ مسلک کی ایک لڑکی کو ہندوؤں نے اغوا کر لیا تو آپ نے تمام مسالک کے افراد کو مل کر اسے بازیاب کروانے کی ہدایت کی، اہلسنت کے دو عظیم رہنما علامہ عبدالستار نیازی اور امام الشاہ احمد نورانی (علماء کی ایک تعداد نے انہیں ان کی دینی وسیاسی خدمات کی بناء پر اس صدی کا مجدد قرار دیا ہے) جن کی سیاسی، دینی ومسلکی خدمات بہت نمایاں ہیں انہوں نے زندگی بھر امت مسلمہ کو متحد کرنے کے لیے نا صرف آواز بلند کی بلکہ تا حیات اس کے لیے کوشش بھی کرتے رہے۔

لیڈر کی ضرورت

کسی بھی قوم کی ترقی اور بقاء میں اچھے لیڈر اور رہنما کا بڑا اہم کردار ہوتا ہے اگر کسی لیڈر کے مختصر اوصاف گنے جائیں تو ان میں جذبہ حب الوطنی، مستقل مزاجی، علم وعمل، صبر، حلم، تواضع، تدبر وتفکر، دقیق نظر، معاملہ فہمی کے ساتھ سیاسی، سماجی، معاشرتی بالخصوص قوم کے مذہبی رجحانات، احساسات وجذبات وغیرہ سرفہرست ہوں گے۔

کبھی اپنی عقیدتوں اور محبتوں کو ایک طرف رکھ کر سوچیے اور غور کیجیے کہ اہلسنت میں ایسی کون سی شخصیت ہے جو ان اوصاف کی حامل ہے اور اگر نہیں ہے تو کیوں؟ اس کے اسباب کیا ہیں؟ کیا مستقبل میں ہمیں کوئی ایسا لیڈر مل سکتا ہے؟

موجودہ عالمی حالات اس بات کے متقاضی ہیں کہ قوم کا قائد بالخصوص مذہبی لیڈر کے لیے اپنی قومی زبان کے ساتھ عربی اور انگلش پر بھی عبور حاصل ہوتا کہ وہ عالمی معاملات کو بذات خود اچھے طریقہ سے سمجھ کر عملی اقدامات کر سکے۔ آپ کوئی ایک فرد تو ڈھونڈ کر لائیں جو ان خوبیوں کا مالک ہو؟ اہلسنت کے علاوہ کوئی اور مسلک بھی ایسے قائدین سے محروم ہے۔ سیاسی لیڈروں کی تو بات ہی نہ کی جائے۔

نوجوانوں کی تربیت

سوشل میڈیا پر بریلوی مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے نوجوانوں کی اصلاحی اور فکری تربیت ایک اہم مسئلہ ہے
انفرادی طور پر جو علماء متحرک ہیں ان کی دلچسپی کے موضوعات اور دائرہ کار محدود ہے
فیس بک پر علماء اہلسنت کی زیر نگرانی چلنے والے بہت سے پیجز کی ضرورت ہے جو عوام کے سامنے اہلسنت کا مؤقف نہ صرف مثبت اور احسن انداز میں پیش کریں بلکہ نوجوانوں کی علمی، فکری اور اصلاحی تربیت بھی کرتے رہیں
کسی ایک فرد کے بس کی بات نہیں بلکہ یہ کام پوی ایک ٹیم کا تقاضہ کرتا ہے
ہماری فرینڈ لسٹ میں ایسے کئی دوست موجود ہیں جو افراد اور سرمایہ جیسے وسائل رکھتے ہیں بس انہیں اس طرف توجہ دینیکی ضرورت ہے
دیکھتے ہیں اب یہ سعادت کس کے حصہ میں آتی ہے۔

مبلغین دعوت اسلامی کرامات کا سہارا نہ لیں

اصلاح امت کے سلسلہ میں دعوت اسلامی کی خدمات بہت وسیع اور موثر ہیں جن کا اثر دہائیوں تک باقی رہے گا، والدین کے نافرمانوں کو فرمانبردار بنانا، معاشرے کے بگڑے ہوئے انسانوں کو گنہاوں بھری زندگی چھڑوا کر انہیں امامت کے مصلے پر پہنچا دینا اس تحریک کا خاصہ ہے اس تحریک کی بدولت نوجوان عابدو زاہد بن رہے ہیں وسیع پیمانے پر مختلف زبانوں میں اشاعت کتب کا سلسلہ جاری ہیقریہ قریہ، شہر شہر، ملک ملک نیکی کی دعوت عام ہورہی ہے، بچوں اور بچیوں کے دنیا بھر میں سینکڑوں جامعات و مدارس قائم ہیں جہاں سے ہر سال ہزاروں کی تعداد میں علماءاور بن کر نکل رہے ہیں جبکہ حفظ کرنے والوں کی تعداد لاکھوں تک پہنچ چکی ہے جگہ جگہ مساجد کی تعمیرات کا سلسلہ جاری ہے اور عصر حاضر کی ضرورت کے مطابق مدنی چینل تو اپنی مثال آپ ہے یقینی سی بات ہے یہ اور دیگر بہت سی خدمات دعوت اسلامی کا کریڈٹ امیر اہلسنت حضرت مولانا محمد الیاس عطار قادری کو جاتا ہے ایسے میں آپ کا کسی کو تعارف کرواتے ہوئے آپ کی امت مسلمہ کے لیے کی جانے والی خدمات کو صرف نظر کر کے کرامات کا سہارا لینا آپ کی شخصیت پر ظلم ہوگا، اس لیے مبلغین دعوت اسلامی سے ہماری گزارش ہے کہ وہ کرامات کا سہارا نہ لیں، اب لوگ کام دیکھتیں ہیں کرامات نہیں اور مدنی مذاکرے دیکھنے والوں کے علم میں ہے کہ امیر اہلسنت نے متعدد مواقع پر نا صرف اس سے منع کیا ہے بلکہ بہت سی کرامات اور ان مدنی بہاروں کی تردید بھی کی ہے جو آپ کی طرف غلط منسوب کر دی گئی تھیں

مدارس حکومت کے زیر انتظام

مدارس کو حکومت کے زیر انتظام دینے والوں کے تحفظات دور ہو جائیں اور مقصد پورا ہو جائے پھر بھی ایک خامی ہمیشہ باقی رہے گی کہ کوئی بھی حکومت جب چاہے گی مدارس کے فضلاء کو اپنے من پسند فرقہ میں ڈھالنے کی کوشش کرے گی تو ایسے میں مدعا تو پورا نہ ہوا بلکہ یہ امت میں مزید بگاڑ پیدا کرنے والی صورت ہوگی لہذا مدارس کو ان کے حال پر رہنے دیا جائے اور رفقط فرقہ پرستی کا شدت سے عنصر پھیلانے والوں کی سر کوبی پر توجہ دی جائے۔

رمضان شریف کا جدول

آج اذان مغرب ہوتے ہی ہم رمضان المبارک کی برکتیں لوٹنا شروع کردیں گے

رمضان شریف میں اگر اپنے اوقات کو تقسیم کرلیا جائے اور اپنے اوقات کے متعلق ایک جدول ترتیب دے لیا جائے تو عبادات، علمی اور گھریلو کام بہترین انداز میں کر سکتے ہیں، تو اگر آپ طالب علم، عالم، امام مسجد یا حافظ قرآن ہیں تو درج ذیل جدول کو کمی وبیشی کے ساتھ اپنا سکتے ہیں

نماز مغرب کے بعد کھانا کھائیں

کوئی تیس منٹ کے وقفہ کے بعد اگر ایکسرسائز کا معمول ہے تو 30 سے 45 منٹ ہوم ایکسرسائز کریں، (ہوم ایکسرسائز کے متعلق اگر معلومات نہیں تو یوٹیوب سے حاصل کریں) رمضان میں ایکسرسائز کا سب سے کم فائدہ یہ ہوگا کہ روزہ کی وجہ سے ہونے والی نقاہت اور اعصاب کی کمزوری وڈھیلے پن کو دور کرکے آپ کو اگلے چوبیس گھنٹے کے لیے توانا اور چست بنادے گی،

وزن کم کرنے، پیٹ کی چربی پگھلانے اور Sex Pack بنانے کے لیے رمضان کے ایام بہترین آپشن ہیں

موجودہ صورتحال میں آپ نماز تراویح گھر پڑھیں گے یا مسجد میں اگر مسجد میں پڑھیں تو ایکرسائز کو عشاء کے بعد کرلیں

نماز عشاء کے بعد مطالعہ اور تصنیف وتالیف میں مشغول ہوجائیں (حفاظ اپنی منزل دھرائیں) اور سحری تک

اس کام میں مشغول رہیں، اس دوران مناسب اوراچھی غذا کا استعمال جاری رکھیں پانی کثرت سے پیئں، وقفہ وقفہ سے چہل قدمی بھی کریں۔

قرب سحر تازہ وضو کریں، نوافل پڑھیں اور سحری کا وقت ختم ہونے سے کم از کم پانچ منٹ پہلے کھانا کھا کر اور دانتوں کی صفائی کر کے فارغ ہو جائیں اور اذان فجر کے انتظار میں بیٹھیں۔

نماز فجر کے بعد اوراد و وظائف، تلاوت قرآن میں مشغول رہیں، پھر وقت ہونے پر نماز اشراق و چاشت ادا کریں، اور اس کے بعد ظہر تک آرام کریں۔

ظہر کے وقت بیدار ہوں، غسل کریں نماز ظہر پڑھیں حفاظ منزل دھرائیں، اہل علم علمی کاموں میں مشغول ہو جائیں اور اگر ضرورت محسوس ہو تو عصر سے 30 منٹ پہلے یا حسب ضرورت آرام کریں۔

نماز عصر کے بعد گھر والوں کو ٹائم دیں، ان سے بات چیت کریں، گھر کے ضروری کام کریں اور افطار کی تیاری کریں۔

اگر آپ کے ذمہ قضاء نمازیں ہیں تو نوافل کی جگہ ان کو ادا کریں، صاحب ترتیب ہونا بھی ایک نعمت ہے زندہ ہیں تو اس نعمت سے محروم نہ رہیں۔

نوٹ۔شادی شدہ افراد اپنا جدول خود ہی ترتیب دے لیں۔

اسلام ورزش کرنے اور صحت کا خیال رکھنے کا حکم دیتا ہے

میری زندگی میں غصہ بڑی اہمیت رکھتا ہے اس کو اس طرح سمجھیں ایک مرتبہ اپنی جہالت اور کچھ عناصر پر غصہ آیا تو درس نظامی کے لیے جامعۃ المدینہ میں داخلہ لے لیا، اب کی بار اپنی صحت پر غصہ آیا تو جم جانا شروع کر دیا، یعنی کوئی بھی اہم قدم اٹھانے سے پہلے غصہ آنا شرط ہے

میں جس جم میں جا رہا ہوں یہ میرے جامعہ کے قریب ہی ہے جب شروع کی تھی اس وقت یہاں میوزک نہیں چلتا تھا بعد میں جم کو اپڈیٹ کیا گیا تو میوزک کا اہتمام بھی مالک نے کر لیا، اس سے بچنے کے لیے میں نے مغرب کا وقت منتخب کیا ہے یعنی مغرب سے آدھا گھنٹہ پہلے جاتا ہوں اور وقت نماز سے کوئی آدھا گھنٹہ بعد واپسی ہو جاتی ہے نماز مغرب جم کے ساتھ متصل مسجد میں ادا کر لیتا ہوں اس پورے دورانیہ میں میوزک تقریبا بند ہی رہتا ہے البتہ کبھی کبھی نعت سننے کی سعادت مل جاتی ہے۔

پہلے جم میں اپنی مرضی کا لباس پہن سکتے تھے تو شلوار قمیض ہی استعمال کرتا تھا مگر اب کچھ قوانین ہیں جن کے تحت جم میں شلوار قمیض کی اجازت نہیں اس لیے مجبورا یہ لباس استعمال کرنا پڑ رہا ہے جو کہ جم کی حد تک ہی ہے (جم کے اندر ہی چینجنگ روم ہے جہاں آپ اپنے کپڑے بدل سکتے ہیں)

جس دن سے جم جانا شروع کیا ہے صحت کے حوالہ سے الحمد اللہ سکون ہے

اگر آپ کو موقع ملے تو آپ بھی اس سے فائدہ اٹھائیں

دین کا کام ہو یا والدین کی خدمات دونوں کے لیے صحت ضروری ہے۔

عورت کا بڑی عمر کے مرد سے نکاح کرنا

ایک دوست نے سوال کیا کہ ایک بہن کی شادی کرنی ہے اور مرد اس سے کئی سال بڑا ہے تو آپ کی کیا رائے ہے؟

ان سے عرض کیا ایک مرتبہ میں پیر ابوالنصر منظور احمد شاہ صاحب کی ملاقات وزیارت کے لیے ساہیوال ان کی بارگاہ میں حاضر تھا اسی دوران ان کے ایک مرید کا فون آیا کہ ہم اپنی 22 سالہ بچی کی شادی 55 سالہ شخص سے کرنا چاہتے ہیں اس مرد کے پاس کافی دولت ہے ہماری بچی خوش رہے گی آپ اس بارے کیا ارشاد فرماتے ہیں؟

پیر صاحب نے جواب دیا اگر میری رائے پر چلنا ہے تو مجھے یہ رشتہ قبول نہیں اس شخص کو جواب دے دیں اور بچی کا ہم عمر لڑکا ڈھونڈیں۔۔۔۔۔(کال ختم)

پھر ہماری طرف متوجہ ہوکر فرمانے لگے یہ بچی کے ساتھ ظلم ہوگا تمام خوشیاں دولت سے نہیں خریدی جاتیں یہ بوڑھا شخص تین، چار سال بعد لٹیر ہو جائے گا اس کے بعد یہ بچی کیا کرے گی اور کہاں جائے گی؟ اس کی باقی ساری زندگی پڑی ہے

یہ واقعہ سنانے کے بعد میں نے کہا اگر مرد کی عمر زیادہ ہے اور وہ عورت کے حقوق پورے کرسکتا ہے اسی طرح عورت کی عمر زیادہ ہے اور مرد کی کم اور وہ بھی اپنے شوہر کے حقوق اور خدمت باحسن طریقے سے ادا کرسکتی ہے تو شریعت کی طرف سے کوئی ممانعت نہیں ہے لیکن پھر بھی وہ ہی پیر صاحب والا جواب میرا ہے

مرد اور عورت کے درمیان زیادہ سے زیادہ پانچ سال کا فاصلہ ہونا چاہیے اگر ایک دن بھی اوپر ہو تو نکاح نہ کریں بلکہ ہم عمر ڈھونڈیں بسا اوقات انسان غربت میں وہ خوشیاں پالیتا ہے جو دنیا کو اپنے قدموں تلے روندنے والا شخص بھی دولت کے بل بوتے پر نہیں حاصل کر سکتا۔

گھر والوں سے مکالمہ

کل کافی بادل تھےاور بارش ہورہی تھی اسی دوران میں سیاہ رنگ کا لباس پہن کر کمرے سے باہر آیا تو مجھ سے کہا گیا

آج بادل بہت ہیں اور آپ نے سیاہ لباس پہن لیا ہے

تو کیا ہوا؟

کہتے ہیں سیاہ لباس پر بجلی گرتی ہے

اگر ایسا ہوتا تو خانہ کعبہ پر ضرور گرتی (اور کوئی بھی کالی چیز مثلاً بھینس بکری وغیرہ نہ بچتی)

وہ اللہ کا گھر ہے

میں اللہ کا بندہ ہوں

وہ عظمت والا ہے

حضورﷺ نے ایک موقع پر خانہ کعبہ کو دیکھ کر ارشاد فرمایا تھا مومن کی حرمت تجھ سے زیادہ ہے۔

گفتگو ختم

ہمیں اپنے تمام معاملات کو قرآن وسنت پر ہی پرکھنا چاہیے یا کسی ایسے بزرگ وعالم دین کے قول کو ترجیح دینی چاہیے امت جن پر اعتماد کرتی ہے اور وہ اپنی دین داری میں مسلم ہیں اور اس طرح کے تمام توہمات اور بدشگونیوں سے بچنا ضروری ہے

عیسائی عورت کا قبول اسلام

الحمداللہ چندسال قبل ایک عیسائی عورت کوحلقہ اسلام میں داخل کرنے کی سعادت حاصل ہوئی علاقہ کی ایک مذہبی خاتون کی طرف ان کی رہنمائی کردی گئی تا کہ وہاں سے دینی تعلیم حاصل کرسکے،اس عورت نیاپنی مرضی سے اسلام قبول کیا تھااور بعد میں ایک مسلم مرد کے ساتھ شادی بھی کرلی تھی آج اس کے تین بچے ہیں اورابھی تک اسلام پرہی قائم ہے اللہ اسے استقامت عطافرمائے۔۔

بعد میں میں نے اس کے قبول اسلام کی وجوہات کے متعلق معلومات لیں تو پتا چلا کہ اس عورت کا قبول اسلام کوئی اسلام سے متاثر ہونے کی بناء پرنہیں تھا بلکہ جس مرد کے ساتھ اس نے شادی کی ہے اس کی محبت تھی،عصر حاضر میں مجازی عشق مذہب کی تبدیلی میں موثر کردارادا کررہاہے یورپ میں اسلام قبول کرنے والےنوجوانوں کی ایک بڑی تعداد کے قبول اسلام کاایک سبب یہی ہے خیر یہ تو کفار کا اسلام میں داخل ہونا تھا،اس کے ساتھ ایک دلخراش پہلو یہ ہے کہ یورپ اور ہندوستان میں مسلم نوجوانوں کا مرتد ہوکر کسی اور مذہب کواختیار کرنے میں بھی عشق مجازی کاہی عمل دخل ہےایک مسلمان کاکم ازکم ایمان اتنا مضبوط تو ہونا چاہیے کہ وہ دنیا کی کسی بھی چیز کے مقابل اپنے ایمان کا سودانہ کرے،مسلمانوں میں یہ ایمان کی کمزوری جہالت کے سبب ہےاوراس کے ذمہ دارسب سے پہلے وہ والدین ہیں جنہوں نے اپنی اولادکودینی تعلیم کے زیور سے آراستہ نہیں کیااور پھروہ علماءسو ہیں جن کی تبلیغ کا مطمع نظر فقط فرقہ واریت اورشر پھیلانا ہےاوراس کے بعد فاسق مسلم حکمرانوں کا نمبرآتاہےجنہوں نے امت کودینی تعلیم سے آراستہ کرنے کے لیےکبھی کوئی انتظام نہیں کیا۔اللہ ہمیں عصر حاضر کے تمام فتنوں سے محفوظ رکھے۔

بدگمانی کاانجام

ہمارے ایک بہت ہی قریبی دوست نے اپنا مشاہدہ بیان کیا ہے اس میں عقل والی عورتوں کے لیے نشانی اور باہمت مردوں کے لیے حوصلہ ہے۔

فرماتے ہیں کہ وہ ایک مرتبہ اوکاڑہ شہر سے واپس آرہے تھے کرمانوالہ شریف سٹاپ سے کچھ افراد گاڑی میں سوار ہوئے ان میں ایک خاتون بھی تھیں گاڑی میں بہت زیادہ بھیڑ تھی اور خاتون کے بیٹھنے کے لیے کوئی سیٹ خالی نہیں تھی ان کے بلکل سامنے بیٹھے ایک مرد نے اپنی سیٹ اس خاتون کے لیے خالی کردی جہاں محترمہ تشریف فرما ہوئیں، اور مرد ان کی جگہ کھڑا ہو گیا، اگلے سٹاپ پر گاڑی رکی تو پچھلی جانب سے کچھ افراد نے نیچے اترنا تھا انہیں رستہ مہیا کرنے کے لیے مذکورہ مرد کچھ سمٹا اور قدرے آگے کی طرف جھکا گیا اور اس کا چہرہ خاتون کے قریب ہو گیا، اس محترمہ نے ایک سیکنڈ کا وقفہ ڈالے بغیر ان کے چہرے پر زوردار تھپڑ رسید کر دیا۔ پھر کیا تھا جیسے ہی مرد سیدھا ہوا تو اس خاتون کے چہرہ پر ایک کے بدلے دو زبردست تھپڑ مارے اور بازو سے پکڑ کر جھنجوڑ کر یہ کہتے ہوئے اپنی سیٹ سے کھڑا کر دیا کہ، میں نے تمعیں بیٹھنے کے لیے جگہ اس بناء پر دی تھی جو اسلام نے ہم مردوں کو ایک عورت کی عزت واحترام کرنے کا درس دیا ہے تمعیں اپنی طرف مائل کرنے کے لیے نہیں، ہم مرد اتنے بھی برے نہیں ہیں جتنا تم عورتوں نے سمجھ لیا ہے میں نے تمعارے ساتھ نیکی کی اور تم نے مجھے اس کا یہ صلہ دیا اب اس بھیڑ میں کھڑے ہو کر سفر کروگی تو تمعارا دماغ کچھ درست ہوگا اور تمعیں پتا چلے گا کہ اتنے رش میں کھڑے ہو کر سفر کیسے کرتے ہیں۔ یہ نتیجہ تھا بدگمانی کرنے کا۔

چائے ٹھنڈی ہوگئی،(یادیں)

انسان کی زندگی میں کچھ واقعات بہت یادگار ہوتے ہیں ان میں کچھ خوشیوں سے بھرپور اور کچھ غموں کو اپنے ساتھ لیے ہوتے ہیں میری زندگی تو ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے ان میں سے ایک دلچسپ واقعہ آپ سے شیئر کرتا ہوں عین ممکن ہے آپ کو مزہ نہ دے مگر جس وقت یہ واقعہ پیش آیا اس وقت محفل انتہائی خوشگوار بن چکی تھی اس لمحے کو جب بھی یاد کرتا ہوں تو لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل جاتی ہے

واقعہ کچھ اس طرح ہوا کہ میرے ایک استاد مولانا رفیق المدنی انتہائی خوشگوار موڈ کے ہیں اسباق مکمل کرنے کے بعد اگر ٹائم ملتا تو طلباء کے ساتھ مختلف موضوعات پر تبادلہ خیال کرتے تھے درس نظامی میں شامل مشکوۃ شریف کے تمام ابواب ہم نے ان سے ہی پڑھے ہیں کلاس میں استاد کی دائیں جانب سب سے آگے بیٹھنے کا میرا معمول تھا عبارت پڑھنے اور ترجمہ کرنے کی سعادت اکثر مجھے ہی حاصل ہوتی تھی سردیوں کے ایام تھے روزانہ تقریبا سوا دس بجے استاد صاحب کے لیے چائے آتی تھی چائے کا یہ کپ استاد صاحب کے داہنی جانب اور میرے سامنے پڑا ہوتا تھا ایک دن سبق پڑھنے میں کافی مگن تھے اچانک میری نگاہ چائے کے کپ پر پڑی جو ٹھنڈی ہورہی تھی میں نے استاد صاحب سے عرض کی، چائے ٹھنڈی ہورہی ہے،استاد صاحب نے چائے کا کپ پکڑا جو کہ واقعی ٹھنڈا ہو چکا تھا میری طرف بڑھاتے ہوئے فرمانے لگے یہ پیولو میں ٹھنڈی چائے نہیں پیتا،ٹھندی چائے مزہ نہیں دیتی۔آدھا کپ میں نے خود پیا اور آدھا اپنے ہمسائے کے ہاتھ میں تھما دیا،خیر

دوسرادن ہوا پھر چائے آئی اور پہلے دن کی طرح کچھ وقت گزر گیا اسی دوران کمرے میں بندہ ناچیز کی آواز گنجی ۔اوہو آج پھر چائے ٹھنڈی ہوگئی،

یہ سن کر استاد صاحب نے چائے کا کپ سامنے رکھا بلائی سائیڈ پر کی اور فرمانے لگے آج سے بلکہ ابھی سے میں نے ٹھنڈی چائے پینا شروع کر دی ہے پھر ایک ہی گھونٹ میں چائے کا مکمل کپ نوش فرما گئے، اس دوران کلاس کے ہر فرد پر ایک عجیب سی مسکراہٹ تھی، ویلڈن سر۔

باعمل لٹیرے کا بدعت سیئہ سے اجتناب

احمد بن المعدل البصری کا بیان ہے کہ میں عبدالملک بن عبدالعزیز الماجشون کے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے میں ان کے پاس ان کا ایک مصاحب آیا اور کہنے لگا میرے ساتھ ایک عجیب معاملہ پیش آیا یے میں یب اپنے باغ میں جانے کے لیے گھر سے نکلا شہر کی آبادی سے دور صحرا میں پہنچا ہی تھا کہ سامنے سے ایک شخص نے آکر مجھے روک لیا اور کہنے لگا اپنے کپڑے اتار دے- میں نے کہا کیوں؟ وہ بولا اس لیے کہ میں تم سے زیادہ اس کا مستحق ہوں میں نے کہا وہ کیسے؟ اس نے کہا اس لیے کہ میں تمعارا بھائی ہوں اور میں برہنہ ہوں اور تم کپڑے پہن چکے ہواور اب میری باری ہے، جیسے تم نے پہنے- میں نے کہا پھر تو مجھے برہنہ کرے گا- کہنے لگا اس میں کوئی حرج نہیں ہم تک امام مالک سے روایت پہنچی ہے کہ اگر کوئی شخص اس حالت میں غسل کر لے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ میں نے کہا میرے خیال میں تو مسخرا پن کر رہا ہے اور میھے چھوڑ کہ میں اپنے باغ میں جا کر کپڑے اتار کر تیرے حوالے کر دوں، کہنے لگا ایسا نہیں ہوسکتا تیرا کیا خیال ہے کو وہاں جا کر اپنے چار غلاموں کے ذریعے مجھے پکڑوا کر بادشاہ کے پاس بھیج دے تا کہ وہ مجھے بیڑیاں ڈلوا کر جیل میں ڈال دے اور میری چمڑی ادھیڑ دے- میں نے کہا ایسا ہرگز نہیں ہوگا میں تجھ سے حلفیہ عہد کرتا ہوں کہ جو میں نے تجھ سے وعدہ کیا ہے اسے ضرور پورا کروں گا اور تجھے نقصان نہیں پہنچاؤں گا -تو وہ بولا ایسا نہیں ہوسکتا ہم تک امام مالک سے روایت پہنچی ہے کہ اس عہد کا پورا کرنا لازم نہیں ہے جس کا حلف چوروں سے کیا جائے- میں نے کہا میں اس بات پر بھی حلف کرتا ہوں کہ اپنے پاس عہد میں اس حیلہ سے کام نہیں لوں

گا- بولا یہ یمین بھی اسی ایمان اللصوص (چوروں سے حلف کرنا) سے مرکب ہے- میں نے کہا یہ باہمی مناظرہ چھوڑ۔ اللہ کی قسم میں یہ کپڑے اپنی رضا ورغبت سے تجھے دے دوں گا فی الحال تو مجھے جانے دے-تو لٹیرے نے تھوڑی دیر گردن جھکائی اور پھر سر اٹھا کر کہنے لگا تجھے معلوم ہے میں کیا سوچ رہا تھا؟ میں نے کہا نہیں- کہنے لگا میں نے ان تمام لٹیروں کے معمول پر نگاہ ڈالی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک سے آج تک ہوئے تو مجھے کوئی بھی لٹیرا ایسا نہیں ملا جس نے ادھار کیا ہو اور مجھے یہ بات بہت ہی مکروہ اور ناگوار ہے کہ میں اسلام میں ایک اسی بدعت جاری کروں جس کا بوجھ میری گردن پر رہے اور جو میرے بعد اس پر عمل کرے اس کا بوجھ بھی میری گردن پر آئے-بس کپڑے اتار کر میرے حوالے کر۔ چناچہ مجھے اپنے کپڑے دینے پڑے اور وہ لے کر چلا گیا۔

(کتاب الاذکیاء ابن جوزی)

برا ہو تعصب کا

برا ہو تعصب کا جو ہر جگہ اپنا کردار ادا کرتا ہے مانا کہ پچھلے چند سالوں سے پکڑے جانے والے دہشت گردوں یا ان کے سہولت کاروں میں سے کئی افراد کا تعلق کسی نہ کسی طرح مسلک دیوبند سے نکلا ہے مگر اس سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ ہر دہشت گردی کے پیچھے یہی افراد ہیں یہ تو بعینہ وہ ہی بات ہوئی کہ مزارات پر جہلا کی حرکات دیکھ کر انہیں اہلسنت بریلوی مکتبہ فکر کی جھولی میں ڈال دیا جاتا ہے یا عالمی سطح پر دیگر مذاہب کے افراد جب دہشت گردی کا لیبل مسلمانوں پر لگاتے ہیں ان کی زبان پر یہ جملہ ہوتا ہے۔ All Muslims may not be terrorists, but all terrorists are Muslims. یعنی تمام مسلمان دہشت گرد نہیں لیکن تمام دہشت گرد مسلمان ہیں۔ شیعہ کمیونٹی کی دہشت گرد تنظیموں کو کہاں ڈالو گے، شام، لیبیا، عراق لبنان اور یمن وغیرہ میں دہشت گردی پھیلانے والی تنظیمیں کن کی ہیں؟ اسلام ہمیں یہی درس دیتا ہے کہ مجرم کو اس کے جرم کے حساب سے ہی سزا دی جائے۔ مسلک دیوبند میں سے بہت سے افراد کی ایک اچھی خاصی تعداد ہے جو ان دہشت گردانہ کارروائیوں سے نہ صرف نالاں ہے بلکہ وہ ان کی مذمت بھی کرتے ہیں اور بازاروں ہوٹلوں اور پارکوں میں ہونے والے دھماکوں کی زد میں یہ افراد بھی آتے ہیں ہاں یہ الگ بات ہے کہ مولانا طارق جمیل۔ مولانا فضل الرحمٰن اور سراج الحق جیسے اپنے حلقوں میں بااثر افراد نہ تو ان کی کھل کر مذمت کرتے ہیں اور ان سے اظہار لاتعلقی جس بناء پر ان کے اوپر بہت سے سوالات جنم لیتے ہیں۔

پاکستان سیکولر یا اسلامی؟

تقسیم ہند، قیام پاکستان ہی دوقومی نظریہ پر واضح دلیل اوران مٹھی بھر افراد کا رد ہے جو پاکستان کو سیکولر سٹیٹ دیکھنے کے خواہش منداوراس بات کے مدعی ہیں کہ قیام پاکستان کا مقصد ایک اسلامی نہیں بلکہ سیکولر ریاست تھا بالفرض ان کا دعوی قبول کرلیا جائے تو تقسیم برصغیر کے وقت لاکھوں جانوں کا نذرانہ، مسلمانوں کی سالہا سال کی جدوجہداور کشمیریوں کی قربانیاں عبث قرار پائیں گےاور یہ غیر معقول بات ہے کہ برصغیر کے مسلمان اتنا بھاری نقصان بغیرکسی مقصد کے برداشت کرلیں۔

سیکولرازم ایک نظریہ ہےاور ہرنظریے کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں، کچھ مطالبات ہوتے ہیں جو وہ ہراس شخص سے کرتا ہے جو اس نظریے کی پیروی کا دعودار ہو۔۔۔یہ ضروری نہیں کہ سیکولر اصولوں پر بحثیت ایک نظریہ رکھنے والا شخص مذہب کا منکر ہو لیکن یہ بات بہرحال لازم ہے کہ اسے مذہب کو بنیادی اور مرکزی کے بجائے ثانوی حثیت دینا ہو گی۔۔۔دوسری جانب اسلام اپنے ماننے والوں پر انفرادی اوراجتماعی دونوں صورتوں میں مکمل طور پر حاوی ہےاور اس کا حاوی اورغالب رہنا ہی ایمان کی ایک شرط ہے

پاکستان میں اسلام لکھنےاوردستاویزات تک تو موجود ہے مگر بحثیت ریاست انفرادی، شخصی اوراجتماعی طور پر اس کا وجود معدوم ہےاور نہ ہی ہمارے پاس کوئی ایسی قیادت موجود ہے جس سے توقع کی جاسکے کہ وہ پاکستان کو صیح معنوں میں اسلامی وفلاحی ریاست بنانے کا خوب شرمندہ تعبیر کرے گی، ان حالات میں ہماری بھرپور توجہ پاکستان کو خالص اسلامی ریاست بنانے اورنظریہ پاکستان پرایسے رجال تیار کرنے کی ضرورت ہے جو مستقبل میں اس ملک کی عمارت کو صیح سمت کھڑا کرسکیں۔

ہم مقالمہ کی جگہ جبر کے عادی ہیں

عمران خان نے دھرنے کے دوران میاں عاطف کو اپنی اقتصادی مشاورتی کونسل میں رکھنے کی بات کی تھی بعد میں ایک انٹرویو میں صحافی نے عمران خان کو سے کہا کہ وہ قادیانی ہیں جس پر خان کا جواب تھا یہ بات میرے علم میں نہیں تھی اب آپ بتا رہے ہیں۔ وقت گزرتا گیا 2018 کے الیکشن قریب آئے حالات بتا رہے تھے کہ پی ٹی آئی حکومت بنانے جا رہی ہے اور پھر بن بھی گئی مگر کسی بھی مسلک کے کسی سربراہ کو انفرادی یا اجتماعی یہ توفیق نہ ہوئی کہ ہم خان سے مل کر قادیانیت کے مسئلہ میں انہیں اعتماد میں لیں، اس کی حساسیت کو اس کے سامنے رکھیں، خان کو دلائل اور مقالمہ سے قائل کریں کہ قادیانیت پر وہ امت مسلمہ کے احساسات وجذبات کو مدنظر رکھے، ایسا اس لیے نہیں ہوا کہ ہم مقالمہ کی جگہ جبر کے عادی ہیں ہمارے نزدیک دوسروں کو دھمکیوں اور احتجاج کے ذریعہ ہی قابو کرنا اور اپنے مطالبات منوانا کارگر ہے
1974 میں جب تحریک ختم نبوت چلی تو دیگر اکابر کے ساتھ الشاہ امام احمد نورانی علیہ الرحمہ دن رات مختلف اجتماعات میں خطاب کرتے اور ساتھ بلاتفریق مسلک وسیاست ہر پارلیمانی ممبر سے ملتے اسے قادیانیت کے متعلق آگاہ کرتے، گفتگو کے ذریعے قائل کرتے، لٹریچر پڑھنے کو دیتے، یہاں تک کہ ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے ساتھ بھی طویل نشست ہوئی، بھٹو پہلے مان نہیں رہے تھے آپ نے اپنی کوشش جاری رکھی یہاں تک کہ بھٹو اس مسئلہ کی حساسیت کو سمجھ گے، اگر بھٹو نا مانتا تو عین ممکن تھا کہ 1953 کی تحریک ختم نبوت کی طرح ہمارے ہاتھ قتل وغارت کے سوا کچھ نہ آتا۔۔۔۔۔۔۔

آج بھی موقع ہے کہ تمام مسالک کے علماء کا ایک وفد عمران خان سے مل کر انہیں قادیانیت کی حقیقت سے آگاہ کرے اور سمجھائے کہ ان کو سرکاری عہدوں سے دور رکھنا کتنا ضروری ہے کیونکہ عمران خان دنیاوی لحاظ سے جتنا خوش قسمت ہے اتنا سادہ بھی ہے۔

ہمیں آپ سے یہ امید تو نہ تھی

پیر افضل قادری سے بھی کبھی خیر برامد ہو دعا کریں۔۔۔۔دھرنے کے فورا بعد یہ کچھ دیکھنے کو ملے گا سوچا بھی نہیں تھا-تحفظ ختم نبوت کے لیے جدو جہد کرنے والے دونوں علماء کا میڈیا پر رویہ انتہائی غیر دانشمندانہ رہا ہے ایک درد رکھنے والا مسلمان یہ کہنے میں حق بجانب ہے کہ ہمیں آپ سے یہ امید تو نہ تھی، فتح اتنی جلدی شکست میں بدل جائے گی کس کے گمان میں تھا؟

اتحاد، اتفاق اور منصوبہ بندی کیے بغیر کیے گے فیصلوں کے حالات موافق بھی ہو جائیں پھر بھی نقصانات جان نہیں چھوڑتے، کسی جگہ کامیابی سمیٹ لیناہی قیادت نہیں کہلاتی

اس دھرنے کے جہاں فوائد ہوئے ہیں وہیں ایک منفی پہلو یہ بھی ذہن میں رکھیے کہ میڈیا اور سوشل میڈیا کے ذریعے آپ کے مخالفین نے تحفظ ناموس رسالت وتحفظ ختم نبوت جیسے حساس مسئلہ کو بھی شدت پسندی کے ساتھ جوڑ دیا ہے اور آپ کو داعش، القاعدہ، اور لشکر جھنگوی کے ساتھ کھڑا کر دیا ہے دھرنا آپریشن کے دوران املاک کا نقصان، گاڑیوں کا نظر آتش ہونا، پولیس اہلکاروں کا زخمی، ہونا یہ وہ چیزیں ہیں جن کی تصوایر اور ویڈیو کے ذریعے آپ کے خلاف پرپگنڈہ کیا گیا ہے آپ لاکھ انکار کریں صفائی دیں مگر یہ سب کچھ ہو چکا-ان تصاویر، ویڈیوز کلپ اور جیو، ڈان وا یکسپریس جیسے چینلز کی گفتگو کا کیا کریں گے جو چند منٹوں میں دنیا کے کونے کونے میں پہنچا دی گئی ہیں ان کا ازالہ کس طرح ہو گا؟

میڈیا اور سوشل میڈیا کی اہمیت کو سمجھیں قدم پھونک پھونک کر رکھیں، خوش فہمیوں سے باہر آئیں اور کبھی چھوٹوں کی بات بھی مان لیا کریں۔

الیکشن میں جیت کا معیار

ہمارے یہاں لوگ بالخصوص مذہبی جماعتیں الیکشن میں جیت کا معیار جلسوں میں عوامی کثرت کو ہی سمجھ لیتی ہیں حالانکہ ایسا کچھ نہیں بلکہ الیکشن میں جیتنے کے لیے اور بھی کئی طریقے اپنانے پڑتے ہیں اس بات کو اس ایک مثال سے سمجھ لیجیے، Na 141 میں پیر صمصام شاہ بخاری Pti کے ٹکٹ سے الیکشن لڑ رہے تھے ان کے مقابلے میں ندیم عباس ربیرہ نون لیگ سے خلیل الرحمان آزاد امیدوار اور مسعود شفقت ربیرہ آزاد امید وار کے طور پر موجود تھے پیر صمصام کی پوزیشن سب سے مضبوط تھی اور 61 ہزار سے زائد ووٹ حاصل کیے دیگر تینوں میں سے اگر کوئی زیادہ سے زیادہ ووٹ بھی نکالتا تو چالیس ہزار سے اوپر نہ جاتا آخری رات ان تینوں کا آپس میں مشورہ ہوا اور دونوں آزاد امیدوار خلیل الرحمان نے کم وبیش بارہ ہزار اور مسعود شفقت نے اپنے اثر ورسوخ والے علاقہ کے تمام ووٹ ندیم عباس ربیرہ کو ڈلوا دیئے اس طرح ندیم عباس 90 ہزار سے زائد ووٹ لے کر کامیاب ٹھہرے

نوٹ- اپنے ووٹ ندیم عباس ربیرہ کو دینے کی وجہ سے مسعود شفقت ربیرہ کے ووٹ ساڑھے چار یزار سے زائد نہ ہو سکے۔

عدلیہ سے توقعات

دنیا کے ہر جمہوری ملک کی عوام اپنے مسائل کے حل اور درپیش مشکلات سے نجات کے لیے حکومت سے توقع رکھتی اور انہیں سے اپیلوں یا احتجاج کی صورت میں مطالبات کرتی ہے جبکہ عدلیہ سے صرف حصول انصاف کے لیے رجوع کیا جاتا ہے مگر پاکستان اس لحاظ سے دنیا کو واحد انوکھا ملک ہے جہاں عوام اپنے مسائل ومشکلات سے نجات کے لیے حکومت وقت سے مطالبات ضرور کرتے ہیں مگر ان کی اصل نگاہیں عدلیہ پر لگی ہوتی ہیں، یہ کوئی آج کی بات نہیں بلکہ جنرل ضیاء سے لے کر آج تک یہی صورت حال ہے جو یقینی طور پر حکومت اور اپوزیشن دونوں کے لیے شرم کی بات ہے اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ملک کی سیاسی جماعتوں کی ساری جدوجہد حصول اقتدار پر ہوتی ہیں اور برسر اقتدار پارٹی کی جدجہد اپنء حکومت کو بچانا ہوتا ہے، عوام کی انہیں بلکل پروانہیں ہوتی اور ایسا اس لیے کہ پاکستان میں نظریاتی اور سیاسی منشور پر چلنے والی سیاسی جماعتوں کا قحط ہے، ایسے میں ایک عدلیہ ہی بچتی ہے جو وقفہ وقفہ سے عوامی مسائل کی طرف توجہ دیتی ہے حالانکہ یہ کام اصل میں حکومت وقت کا ہوتا ہے، بدقسمتی سے ہمارے ملکی اقتدار پر براجمان طبقہ تو عوامی مسائل کی طرف توجہ نہیں دیتا، نہ ہی انہیں عوام کو مشکلات ومصائب سے نجات دینے سے کوئی سروکار ہے، اگر عدلیہ اپنے آئینی اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے عوامی مسائل کو حل کرنے کی طرف آتی ہے تو یہ بھی بعض لوگوں کو ہضم نہیں ہوتا، آخر یہ چاہتے کیا ہیں۔

ہندوستان میں ایسا نہیں ہوتا

جمہوریت کا سب سے بڑا دعودار ہونے کے باجود کبھی ہندوستان کی پارلیمنٹ نے عیدالاضحیٰ یا عیدالفطر انتہائی جوش وخروش سے تو کیا ویسے بھی نہیں منائی، یورپ اورامریکہ کو ہی لے لیں جہاں حقوق انسانی اور مذہبی رواداری کا چورن سب سے زیادہ بکتا ہے وہاں بھی آپ کو ایسا کچھ نہیں ملے گا مگر یہ ہمارے ہی ناکارہ حکمران ہیں جو اپنی روایات وتہذیب سے عملی بیزار اور غیروں کی غلامی پر خوش اپنے نظریہ کو چھوڑ کر ان کے نظریات کو بطور غلام قبول کرنے والے ہیں

سندھ اسمبلی اور وہاں کے تعلیمی اداروں میں منائی گئی ہولی کی سخت مذمت کرتے ہیں اور اپنی قوم سے گزارش ہے کہ اس فعل بد کے خلاف صدائے احتجاج بلند کریں، قبل اس کے کہ یہ وائرس پورے ملک میں پھیلے

جدید دنیا میں انسان ہونے کے لیے شرط

جدید دنیا میں انسان ہونے کے لیے لازمی شرط مسلمان نہ ہونا ہے آپ کے بچے افغانستان، پاکستان، فلسطین، کشمیر، شام، عراق، لیبیا، یمن، برما اور دنیا کے کسی بھی علاقہ میں کفار کے ہاتھوں شہید ہوں اس سے دنیا کو کیا فرق پڑتا ہے موم بتی مافیا کیوں آپ کے لیے نکلے، لبرل آنٹیاں کیوں سڑکوں پر آئیں، میڈیا کیوں آپ کے حق میں آواز بلند کرے، ملالہ اور شرمین عبید کیوں آپ کے لیے بولیں؟؟؟، بھائی آپ انسان تھوڑی ہو آپ تو مسلمان ہو، مظلوم ہونے کے باوجود دہشت گرد ہو آپ نے اپنے دفاع کے لیے جو کچھ کرنا ہے خود کرنا ہے۔

مشرق وسطی اور صیہونی

صلیبیوں وصیہونیوں نے جو آگ مشرق وسطی میں لگائی ہے وہ اسے کسی صورت بجھنے نہیں دینا چاہتے یہ آگ مزید سے مزید تیز ہوتی رہے اس کے لیے وہ ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں اور اس میں کافی حد تک کامیاب بھی رہے ہیں اس کی سب سے مؤثر اور آخری چنگاری ایران وسعودی جنگ ہوگی جس کے لیے یہ سر توڑ کوششیں کر رہے ہیں بد قسمتی سے دونوں مما لک کے درمیان عدم اعتماد کی فضاء قائم ہے جس کا یہ بھر پور فائدہ اٹھا رہے ہیں ہر دو فریق کو یہ باور کروانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ ان کو اپنے مدمقابل سے سخت خطرہ ہے اور ہم آپ کے ساتھ ہیں امریکہ کے ساتھ اسرائیل کی یہ بھر پور کوشش ہے کہ وہ آل سعود کو اپنے ساتھ ملا کر اس کے ذریعے ہی ایران کی اینٹ سے اینٹ بجادے، اسرائیل آہستہ آہستہ آل سعود کو اپنے اتنا قریب کر رہا ہے کہ اگر یہی حالات رہے تو بہت جلد آل سعود کے ان کے ساتھ تعلقات پاکستان کی طرح ہو جائیں گے، اسرائیل کے نیوز چینل ،10، نے آل سعود اور اسرائیل کے درمیان تزویراتی اتحاد پر بلا تکلف کئی پروگرام کیے ہیں جس میں ایک مرتبہ اسرائیلی مبصر پروفیسر ماعیر لیٹچ کا کہنا تھا، میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے سعودی عرب کے ساتھ تزویراتی شراکت موجود ہے کیونکہ سعودی عرب ایران کا دشمن ہے جو کہ اسرائیل کے لیے ایک بڑے خطرے کی حثیت رکھتا ہے اور اسرائیل کے لیے سب سے بڑا خطرہ ایران اور حزب اللہ کا محور ہے، ایک اور اسرائیلی ماہر موٹی برشن باؤم کا کہنا ہے کہ، ایران کا ہر دشمن ہمارا دوست ہے، جبکہ صیہونی تاریخ دان گے بیخور کا بیان ہے کہ، معتدل عرب مما لک (لفظ معتدل بھی قابل توجہ ہے) اب مسئلہ فلسطین میں

بالکل دلچسپی نہیں رکھتے کیونکہ انہیں ایران کے خلاف اپنی کشمکش میں اسرائیل کا ساتھ درکار ہے، دوسری طرف آیت اللہ خمینی کے انقلاب کی بنیاد پر قائم کی گئی حکومت بھی تحریک وہابیت کی طرح تشدد میں کم نہیں اور پہلے دن سے ہی ان کے آل سعود کے ساتھ تعلقات درست نہیں رہے مشرق وسطی پر نظر رکھنے والوں کا کہنا ہے ایرانی انقلاب کے ذریعے قائم کی جانے والی حکومت دراصل صیہونیوں کا منصوبہ تھا تاکہ اس کے ذریعے امت مسلمہ کو باہم لڑوا کر گریٹر اسرائیل کے لیے راہ ہموار کی جائے لندن کے پروفیسر برنارڈ لیوس نے تو اپنی کتاب The Crisis of Islam,Holy War and Unholy Terror میں آیت اللہ خمینی کو برطانیہ کا ایجنٹ قرار دیا اور لکھا ہے کہ خمینی کئی سال تک برطانوی خفیہ ایجنسی کے زیر تربیت رہ چکے ہیں- بہرحال حالات آپ کے سامنے ہیں اور سعودی عرب میں موجودہ کانفرنس، امریکہ سے بھاری مقدار میں اسلحہ کی خریداری اور پھر یہاں سے ڈولنڈ ٹرمپ کا سیدھا اسرائیل جانا امت مسلمہ کے لیے کسی خطرے سے کم نہیں، بدقسمتی تو یہ ہے کہ اس وقت مسلم مما لک کے حکمرانوں میں ایک بھی ایسی مؤثر شخصیت موجود نہیں جو حالات کا ادراک کر سکے اور دونوں مسلم مما لک کے درمیان جاری کشیدگی کو کم کروا کر انہیں اکٹھا کر سکے۔

جمہوریت کے نقصانات

دنیا بھر میں جمہوریت کے حامی یہی کہتے سنائی دیتے ہیں کہ ملکی نظام کو بہتر کرنے اور انسانوں کی فلاح و بہبود کے لیے نظام جمہوریت سے بہتر کوئی نظام نہیں۔ اگر کہا جائے یہ نظام کفار کے حق میں بہتر ہوسکتا ہے تو بات سمجھ بھی آجاتی ہے لیکن مسلمانوں کے حق میں جمہوریت زہر قاتل ہے اور یہ اِن کو کبھی ہضم نہیں ہوسکتی چاہے کچھ بھی کرلیا جائے۔

جمہوریت کے نام پر ہر پانچ سال بعد نئے الیکشن ہوتے ہیں جس کے بعد ایک پارٹی جاتی اور دوسری برسرِ اقتدار آتی ہے اس کے بعد حامیانِ جمہوریت جو کچھ ملک وعوام کے ساتھ کرتے ہیں یہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں، روٹی، کپڑا اور مکان کا نعرہ لگا کر اقتدار میں آنے کے بعد عوام کو روٹی دینے کی بجائے ان کے پہلے نوالے بھی چھین لیتے ہیں کپڑے دینے کی بجائے دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے، مکان دینے تو دور کی بات پہلے سے بنے مکان بھی گرا دیے جاتے ہیں اور گھر سے بے گھر کر دیتے ہیں، یہ خود عام مکانوں سے نکل کر بڑے بڑے محلوں میں جا بستے ہیں عوام پر ان کا ظلم وستم اور ان کی نااہلیوں کی وجہ سے قوم وملک کو جو نقصان اٹھانا پڑتا ہے اسے کس کس طرح بیان کیا جائے؟ یہ ایک بڑی لمبی داستان ہے بس اتنا سمجھ لیں جمہوریت مسلمانوں کے لیے قلیل الفوائد وکثیر النقصان دہ ہے۔

چند خاندانوں وافراد کو تو جمہوریت خوب فائدہ دیتی ہے کہ حکمران بننے کے بعد یہ لوگ سب سے پہلے تو اپنا پیسہ بڑھاتے ہیں اور اسے اپنے ملک میں رکھنے کی بجائے سوئزلینڈ کے بینکوں کی زینت بناتے ہیں ان کے

اپنے عزیز واقارب بھلے وہ نااہل ہی ہوں بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہوکر من مانی زندگی گزارتے ہیں اور خون وپسینہ کی کمائی سے دن ورات ایک کر کے پڑھنے والے ان کے دروازوں پر دھکے کھاتے ہیں ملکی قوانین ان کے لیے کھلونے کی حثیت رکھتے ہیں جب چاہا ان میں تبدیلی کرلی، جس میں ذاتی فوائد ہوئے اس پر عمل کرلیا اور بقیہ کو پس پشت ڈال دیا، سرکاری اداروں اور پالتو غنڈوں کا سہارا لے کر مخالفین کی زبان بندکروانے کے لیے اُن پر ہر طرح کا ظلم وستم کرنا بلکہ جان تک لینا اِن کے لیے سہل ومعمولی بات ہے، عوامی دولت پر دیگر مما لک کی سیر وتفریح اور ذاتی علاج ومعالجہ کے لیے دُوروں کے بہانے جانا آسان ہوجاتا ہے ہر طرح کا پروٹوکول انہیں میسر، اگر گھر سے باہر نکلیں بلکہ Toilet ہی جائیں تو سینکڑوں ملازمین وسپیشل فورس کے جوان ان کی حفاظت کے لیے موجود رہیں۔ یہ لوگ جمہوریت کے نام پر لوٹ وکھسوٹ کا جو بازار گرم کرتے اور ذاتی فوائد حاصل کرتے ہیں اسے احاطہ تحریر میں نہیں لایا جاسکتا۔

اب ذرا درج ذیل ان امور کی طرف توجہ کریں جن کو جمہوریت کہا جاتا ہے کہ یہ مسلمانوں کے لیے نفع بخش ہیں یا زہر قاتل؟

1۔ ہر پانچ سال بعد الیکشن کے ذریعے ایک پارٹی کا برسر اقتدار آنا اور دوسری کا جانا ایک ایسا عمل ہے جس سے قوم وملک کو اربوں روپوں کا نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے اور اس کے عوض قوم کو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

2۔ ہر پارٹی اقتدار حاصل کرنے کے نشے میں ڈوب کر مخالف پارٹی کو کمزور کرنے کے لیے پورے پانچ سال بالخصوص الیکشن کے قریب اپنی تمام قوت وصلاحیتوں کو صرف کر دیتی ہے جس کے سبب اصل مقاصد مثلاً حفاظت ملک، مظلوم کی فریادرسی، ظلم، جبر وتشدد کا خاتمہ، عوامی مسائل کو حل کرنے، نظام تعلیم کو خالصتاً اسلامی سانچے میں ڈھال کر حالات حاضرہ سے مقابلہ کرتے ہوئے بہتر سے بہتر بنانے، ملکی معشیت کو مضبوط کرنے اور ہر اٹھنے والے فتنے کی اندھیریوں سے مسلمانوں کو بچانے سے غافل ہوجاتی ہے۔

3۔عموماایسا ہوتا ہے کہ ایک پارٹی ملک کی تعمیروترقی کے لیے جب اربوں روپیہ خرچ کر کے کوئی پروجیکٹ شروع کرتی ہے اگر وہ مکمل ہوگیا تو ٹھیک ورنہ دوسری پارٹی اقتدار حاصل کرنے کے بعد اسے وہیں چھوڑ دیتی ہے جہاں انہیں ملا تھا اور اپنے نئے پروجیکٹ بنانے کے منصوبے شروع کردیتی ہے ایسا صرف اس لیے کیا جاتا ہے کہ پہلا پرروجیکٹ مخالف پارٹی نے شروع کیا تھا اس طرح ملک جو نقصان پہنچتا ہے وہ کوئی معمولی نقصان نہیں ہوتا۔حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے اقتدار حاصل کرنے والی نئ پارٹی ملکی فوائد کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے مزید سے مزید اچھے انداز میں مکمل کرتی تاکہ ملکی سرمایہ ضائع ہونے سے بچتا مگر ان نااہلوں وکم عقلوں پر افسوس۔

4۔جمہوریت کا سب سے بڑا نقصان مسلمانوں کی اجتماعی قوت کا ٹکڑے ٹکڑے ہونا ہے مذکورہ بالا سطور میں جمہوریت کے جن چند نقصانات کی طرف نشاندہی کی گئی ہے یہ اتنے مہلک نہیں ہیں جتنا اس کے سبب مسلمانوں کی اجتماعی قوت کا ٹکڑوں میں بٹ جانے کا ہے یہ جمہوریت ہی تو ہے جس نے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا نہیں ہونے دیا جس کی بناء پر آج مسلم امہ عالمی سطح پر سینکڑوں مسائل سے دوچار ہے اگر سربراہان ممالک اسلامیہ اکٹھے ہونے کی کوشش کرتے ہیں تو یہود ونصاری فوراا پنے حمایتیوں کے ذریعے اس بہترین عمل کے سامنے رکاوٹیں کھڑی کردیتے ہیں اِس پر ماضی کے واقعات شاہد ہیں۔

کوئی شک نہیں جمہوریت کے نام پر ہر مسلمانوں کو ختم کرنے یا کم ازکم ہر لحاظ سے اپنا غلام بنائے رکھنے کی یہود ونصاری کی منظّم سازش ہے جس کے اثرات بڑی تیزی سے سامنے آرہے ہیں۔

عین ممکن ہے بعض لوگ میرے اس مؤقف سے اختلاف کریں مگر وہ ذرا غور تو کریں اس جمہوریت نے مسلمانوں کو دیا ہی کیا ہے؟ تاریخ اسلام کے وہ ادوار جن میں مسلمانوں کے اندر جمہوریت کے زہریلے وائرس داخل نہیں ہوئے تھے اُس وقت مسلمانوں کی علمی،عملی،سائنسی،معاشی،اقتصادی،تجارتی،سیاسی،

مذہبی، وابستگی اور عدل وانصاف کے روشن پہلو کس قدر بلند تھے اور اب زیر جمہوریت ان کی کیا حالت ہے؟
اس بات کو مزید سمجھنے کے لیے آپ اسپین کے اُس عہد کا جائزہ لے لیں جس میں اسلامی سلطنت کو وہاں سے ختم کرنے اور پھر مسلمانوں کو ظلم و جبر اور تشدد کے ذریعے عیسائی یا غلام بنانے اور جلاوطن کرنے کے لیے عیسائیوں نے کس طرح تحریک چلائی تھی۔ ہوا کچھ یوں کہ اسپین میں مسلمانوں کی علمی، سائنسی، زرعی، تجارتی ترقی، مذہبی وابستگی، عدل وانصاف سے بھرپور معاشرہ، شان وشوکت، سلطنت اسلامیہ اور اس کے علاوہ بہت سے معاملات میں اِن کا کفار سے بڑھا ہوا ہونا اِن کفار کو ایک آنکھ نہ بھایا تو عیسائیوں نے مسلمانوں کو اس خطہ سے ختم کرنے کی ایک منظّم تحریک شروع کی ہر طرف سے عیسائی اسلامی شہروں پر حملہ کرتے اور جب تک اس کو فتح نہ کر لیتے واپس نہ ہٹتے، فرڈی نینڈ عیسائی بادشاہ اس کام میں پیش پیش تھا یہ شخص بڑا شاطر تھا پورے اسپین کو فتح کرنے کے لیے اِس نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ اپنی سازشوں سے اقتدار کے نشہ میں ڈوبے مختلف شہروں کے مسلمان اُمرا و وزرا کو اسلامی حکومت سے بغاوت پر آمادہ کر کے کئی خودمختار ریاستیں قائم کروا دیں، اِس کے بعد فرڈی نینڈ اِن مسلم اُمرا کو آپس میں لڑواتا اور جو گروہ کمزور ہوتا اس کے خلاف قوت والے گروہ کا ساتھ دیتا، جب کمزور گروہ کو شکست ہو جاتی تو مسلمانوں کی اجتمائی قوت میں مزید کمی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے طاقت کے بل بوتے پر اُن مسلم شہروں پر بھی قابض ہو جاتا جن کا پہلے ساتھ دیتا تھا، اس طرح کرتے کرتے عیسائی پورے خطہ اسپین پر قابض ہو گے، اس کے ساتھ انہوں نے مسلمانوں پر دائرہ حیات تنگ کر دیا، انہیں جبرا عیسائی بنایا جاتا، جو مسلمان ہر طرح کے تشدد کے بعد بھی اسلام پر قائم رہتے انہیں قتل کر دیا جاتا یا پھر زندہ جلا دیا جاتا کم از کم ان کے لیے عیسائی حکومت سے یہ اعلان تھا کہ وہ اسپین سے نکل جائیں تقریبا دو سال کی مدت میں پانچ لاکھ مسلمانوں نے اس ملک کو خیر آباد کہا، مؤرخین مغرب کا اندازہ ہے فرڈ نینڈ کے غرناطہ پر تسلط سے لے کر آخری حکم جلاوطنی تک جن

مسلمانوں نے اسپین کو چھوڑا ان کی تعداد تیس لاکھ ہے لیکن ایک مؤرخ کا بیان ہے کہ افریقہ کی طرف ہجرت کرنے والے مسلمانوں میں سے 3/4 مسلمان وہ تھے جن کو راستہ میں ہی قتل کر دیا گیا۔

(ماخوذ از، تاریخ اسپین، (مترجم) مطبوعہ مشتاق بک کارنر، لاہور)

غور کیجیے موجودہ جمہوریت کو اسپین کے اُس دور سے کس قدر زیادہ مماثلت ہے جس میں وہاں خود مختار ریاستیں قائم ہو کر پورا خطہ اسپین ٹکڑوں میں بٹ چکا تھا اور یہی وہ سبب تھا جو وہاں مسلمانوں کے زوال اور غیروں کے تسلط کا بنا۔

دنیا بھر میں بسنے والو، اے مسلمانوں کفار کے قبیح عزائم کا سامنا کرنے سے بچنے اور اپنا تشخص برقرار رکھنے کے ساتھ ساتھ ہر میدان میں ترقی کے مدارج طے کرنے کے لیے ہمیں جمہوریت کو چھوڑ کر اسلام کے عطا کردہ نظام سیاست یعنی خلافت کو اپنانا ہوگا، اور اس کے لیے ہمہ گیر کوشش بلند عزائم و استقامت سے کرنی ہوگی، دنیا بھر میں کثیر رجال تیار کرنے ہوں گے جو نظام خلافت کے نفاذ کے لیے راہ ہموار کریں، جب تک نظام خلافت کا نفاذ نہیں ہو جاتا تب تک تمام سربراہان ممالک اسلامیہ کا اسلام و مسلمانوں کے لیے متحد ہونا اور تمام اسلامی ممالک بالخصوص پاکستان میں اول تا آخر نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام ناگزیر ضرورت ہے۔

(پاکستان کی تعین اس لیے کی گئی ہے کہ لاکھوں جانوں کا نذرانہ دے کر اس ملک کو اِسی مقصد کے لیے حاصل کیا تھا مگر عیاش پرست حکمرانوں کے تسلط کی بناء پر آج تک ہم اس ملک کو وہ پاکستان نہ بنا سکے جس کا خواب ہمارے بزرگوں نے دیکھا تھا)

ملت اسلامیہ اور اقوام متحدہ

پہلی اور دوسری جنگ عظیم پر ہلاک ہونے والے انسانوں کی تعداد کڑوڑوں تک پہنچتی ہے جبکہ معاشی و مالی اور دیگر نقصانات اس پر متزاد ہیں دوسری جنگ عظیم کے پیش نظر یہ فیصلہ کیا گیا کہ عالمی سطح پر ایک ایسا ادارہ ہو جو آنے والی نسلوں کو ان جنگی تباہ کاریوں سے بچائے اور یہ فیصلہ کرنے والے افراد وہ ہی تھے جن کی وجہ سے دنیا دو عظیم جنگوں کے نتائج بھگت چکی تھی چناچہ باتفاق رائے ایک کانفرنس کا انعقاد کیا گیا اور ایک ادارے کے لیے ایک چارٹر پر دستخط کیے گئے یہ کانفرنس ۲۵ اور ۲۶، اکتوبر ۱۹۴۵ء کو منعقد ہوئی جس کے نتیجہ میں اقوام متحدہ کے قیام کی راہ ہموار ہوئی اور سان فرانسکو میں لیگ آف نیشنز کے کھنڈر پر باقاعدہ اقوام متحدہ کا ادارہ قائم کیا گیا۔

اس بین الاقوامی تنظیم کے ابتدائی ۵۰ ارکان تھے جن کی تعداد وقت کے ساتھ بڑھتی گئی۔اس کے بنیادی اصولوں میں بعض درج ذیل ہیں۔

ا۔ بنی نوع انسان کی آئندہ نسلوں کو جنگ کی تباہ کاریوں سے بچانا۔

۲۔قوموں کے باہمی تنازعات کے حل کے لیے بین الاقوامی سطح پر موثر قانون سازی کرنا تا کہ امن کو لاحق خطرات اور جارحیت کو روکا جاسکے۔

۳۔انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے عالمی سطح پر بلاامتیاز رنگ و نسل مثبت اقدامات کرنا۔

۴۔انسانوں کے بنیادی حقوق کے تحفظ کو یقینی بنانا۔

۵۔ایک دوسرے کی آزادی اور خودمختاری کا احترام کرتے ہوئے قوموں کے درمیان دوستی کو فروغ دینا اور ایک دوسرے کے معاملات میں دخل اندازی سے روکنا۔

حالات نے ثابت کیا ہے کہ اقوام متحدہ اپنے قیام مقاصد میں بری طرح ناکام ہے اس کے اصول اور حقوق انسانی کے

لیے مرتب کردہ اعلامیہ صرف کاغذوں تک محدود ہے عمل سے اس کا کچھ تعلق نہیں اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ بعض سامراجی طاقتوں نے اس پلیٹ فارم کو اپنے ذاتی مفادات ومقاصد کے لیے استعمال کیا ہے جن میں امریکہ سرفہرست ہے اس اُبھرتی ہوئی سامراجی طاقت وسیکولر اسٹیٹ کو ایک ایسے پلیٹ فارم کی ضرورت تھی جہاں سے وہ دنیا بھر میں اپنی حکمرانی قائم کر سکے تو اس کے لیے بظاہر حقوق انسانی کے لیے جبکہ درپردہ امریکی مفادات کے لیے اقوام متحدہ وجود میں لایا گیا اس کا اعتراف ایک یہودی صحافی اسرائیل شہاک نے اپنی کتاب ''اسرائیل میں بنیاد پرستی'' (مترجم) میں ان الفاظ میں کیا ہے کہ ''عالمی عدالت اور دیگر بین الاقوامی اداروں کی طرح اقوام متحدہ وہ ہی کرتا ہے جو امریکہ چاہتا ہے ورنہ اقوام متحدہ کو بھی فارغ کیا جاسکتا ہے''۔

اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل میں امریکہ، برطانیہ، فرانس، روس اور چین یہ پانچ ممالک نہ صرف مستقل نشست رکھتے ہیں بلکہ ویٹو پاور کا بھی انہیں حق حاصل ہے ویٹو پاور کا حامل ہر ملک اقوام متحدہ کے منمبران کی غالب اکثریت کے کسی بھی فیصلہ کو مسترد کرنے کا حق رکھتا ہے اور یہ پانچوں ممالک اپنے اپنے مفادات کے لیے متعدد بار ویٹو پاور کا حق استعمال کر چکے ہیں ان میں سے ایک ملک بھی اسلامی نہیں ہے جو امت مسلمہ کے دفاع کے لیے ویٹو پاور سے فائدہ اٹھا سکے۔ ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے دور حکومت میں یہ آواز اُٹھائی گئی تھی کہ سلامتی کونسل کی ایک مستقل نشست مسلمانوں کے پاس بھی ہونی چاہیے مگر ان کی وفات کے ساتھ ہی یہ معاملہ دب گیا اور یوں ۵۷ اسلامی ممالک اور کم و بیش ۲۰۰ کڑوڑ مسلمانوں کو اب تک اس سے محروم رکھا گیا ہے اگر آج امت مسلمہ کے پاس ویٹو پاور کا حق ہوتا تو بہت سے نقصانات سے بچا جا سکتا تھا۔

کہنے کو تو اقوام متحدہ انسانی حقوق دنیا بھر میں بحال کروانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہے اس ادارے کے نزدیک انسانوں کا اطلاق مسلمانوں پر نہیں ہوتا اپنے قیام ابتداء سے لے کر اب تک مسلم امہ کے لیے اس نے کوئی قابل ذکر کام نہیں کیا مسلمانوں کے لیے اس کی کارکردگی صفر ہے مسلمان جب بھی مصائب کا شکار ہوئے تو سوائے کاغذی خانہ پری اور لفظی مذمت کے اور کچھ نہیں کیا یہی وجہ ہے کہ جب اسرائیل عرب جنگ میں اسرائیل نے غزہ کی پٹی بھی چھین لی تو غزہ کے مسلمانوں پر اسرائیلی یہودیوں کی جانب سے ہونے والے مظالم پر اقوام متحدہ سے تعلق رکھنے والے انسانی حقوق کے محقق ''رینے فیلبر'' (Felber) نے ایک رپورٹ پیش کی یہ رپورٹ پیش کرنے کے کچھ

ہی عرصہ بعد فیلیبر نے یہ کہتے ہوئے استعفیٰ دے دیا کہ ایسی رپورٹیں پیش کرنے کا کیا فائدہ جن کی آخری آرام گاہ ردی کی ٹوکری ہو۔

امریکہ نے اپنے نام نہاد عالمی اصولوں اور خود ساختہ شائستگی کی مروجہ اقدار کی پاسداری میں اقوام متحدہ کے ذریعے لیبیا، عراق، ایران اور افغانستان متعدد اسلامی ممالک پر اقتصادی پابندیاں لگائی ہیں جو کسی ایٹم بم سے کم نہیں عراق پر اقتصادی پابندیوں کے دوران موت کی آغوش میں جانے والے صرف بچوں کی تعداد ۵ لاکھ سے تجاوز ہے۔ مسلم ممالک پر نہ صرف اقتصادی پابندیاں لگائی بلکہ افغانستان، عراق، لیبیا، چیچنیا، بوسنیا اور سوڈان وغیرہ پر جو جنگیں مسلط کی گئیں وہ سب کی سب اقوام متحدہ کی رضامندی اور زیرنگرانی مسلط کی گئیں۔

امت مسلمہ کے حوالہ سے اقوام متحدہ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ اس نے مشرقی تیمور، جنوبی سوڈان اور انڈونیشیا کے ایک اکثریتی عیسائی آبادی والے جزیرے کو اسلامی ریاستوں سے محض اس لیے جدا کر کے الگ ممالک بنایا ہے کہ ان علاقوں میں اکثریت غیر مسلموں کی تھی اس کام کے لیے حق خودارادیت کا راگ الاپہ جبکہ کشمیر، فلسطین اور برما کے مسلمانوں کو کئی دوائیوں سے ان کے جائز مطالبات اور حق خودارادیت سے محروم رکھا ہوا ہے بلکہ حقیقت میں کشمیر اور فلسطین کے مسلمانوں کو یہود و ہنود کے ظلم وستم اور غلامی کی دلدل میں دھکیلنے والا اقوام متحدہ ہی ہے۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد یہودیوں کو فلسطین میں یہ کہہ کر آباد کیا گیا کہ یہ ان کی عارضی سکونت ہوگئی بعد میں کہیں اور انتظام کر دیا جائے گا مگر دنیا نے دیکھا کہ اقوام متحدہ کے یہ جملے دھوکے پر مشتمل تھے اور آج عرب کے قلب فلسطین میں یہودی اسرائیل نامی نہ صرف اپنی الگ ریاست بنانے میں کامیاب ہیں بلکہ فلسطینی مسلمانوں کو انہی کی سرزمین سے مار کر نکالا جا رہا ہے اور یہ سب کچھ اقوام متحدہ کی بناء پر ہوا ہے اور ستم بالائے ستم کہ اقوام متحدہ نے آج تک فلسطین کو رکنیت نہیں دی یعنی اقوام متحدہ فلسطین کو ریاست تسلیم کرتا ہی نہیں ہے تو ان کا حق خودارادیت کیسے دے؟

اسی سے ملتا جلتا معاملہ کشمیر کا ہے آزادی پاکستان کے بعد کشمیر کے محاذ پر جب جنگ چھڑی تو مجاہدین اسلام نے تائید خداوندی سے دشمن کے دانت توڑتے ہوئے نصف کشمیر بھارتی افواج کے قبضہ سے آزاد کروالیا۔ اقوام متحدہ نے جب کشمیر بھارت کے ہاتھوں سے نکلتا ہوا دیکھا تو پاکستانی حکومت سے جنگ بندی کا مطالبہ کرتے ہوئے مسئلہ کشمیر صلح وصفائی، افہام وتفہیم اور کشمیری عوام کی امنگوں کے مطابق حل کرنے کا خواب دیکھایا جسے اقوام متحدہ نے اپنی ہی قرار

دادوں اور قول وقرار کے مطابق کبھی سنجیدہ نہیں لیا اور کشمیری مسلمانوں کو ہندوؤں کے رحم وکرم (ظلم وستم) پر چھوڑا ہوا ہے۔

جب اقوام متحدہ کو وجود میں لانے کا مقصد لوگوں کو جنگی تباہ کاریوں سے بچانا اور بین الاقوامی بغض وعناد ختم کر کے لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب لانا اور باہمی تنازعات کو ایک دوسرے کے افہام وتفہیم سے حل کرنا تھا تو پھر اقوام متحدہ نے اس کے لیے موثر اقدامات کیوں نہیں اٹھائے ،عراق وشام میں یومیہ لاشیں گرنے والا سلسلہ کیوں جاری ہے برما میں مسلمانوں کی نسل کشی اور زندہ جلائے جانے والا معاملہ کیوں ہے، الجزائر، چیچنیا اور بوسنیا کے مسلمانوں کا قتل عام کیوں ہوا، کشمیر وفلسطین کے مسلمانوں پر پچھلی کئی دہائیوں سے ہنود و یہود کے ظلم وستم کا سلسلہ پچھلی کئی دہائیوں سے کیوں جاری ہے، فقط امت مسلمہ ہی بحثیت مجموعی قتل وغارت گری کا شکار کیوں ہے امت مسلمہ ہی اس وقت دنیا کی سب سے بڑی ہجرت کرنے پر مجبور کیوں ہے، کہاں ہے اقوام متحدہ کا حقوق انسانی پر مشتمل چارٹر اور اس کی قانون سازی، کیا انسانوں کا اطلاق مسلمانوں پر نہیں ہوتا؟

مجھے کہنے دیجیے اور یہ بات صد فیصد درست ہے کہ امت مسلمہ کی تیزی سے بگڑتی ہوئی حالت اور مسلم مما لک میں خون مسلم سے بہتی ندیوں کا سلسلہ اگر یونہی جاری رہا تو آئندہ تیس سالوں بعد اکثر مما لک اسلامیہ کشمیر، فلسطین، برما، عراق وشام کا نقشہ پیش کریں گئے جبکہ بعض میں تو ابھی یہ صورت حال نظر آنے لگی ہے مسلم امہ کو اس حالت تک پہنچانے میں اقوام متحدہ کے پُرکشش وپُرفریب وعدوں کا بنیادی دخل ہے اپنے خودساختہ اصولوں کے تحت اس نے پوری امت کو جکڑا ہوا ہے لہذا امت مسلمہ پر اس ادارہ کے ظالمانہ اقدامات کے خلاف دنیا بھر میں ہر میسر محاذ پر جہد مسلسل کے ساتھ آواز بلند کی جائے یہاں تک کہ مستقبل قریب میں ملت اسلامیہ کو سیکورٹی کونسل کی مستقل رکنیت دی جائے یا پھر مسلم مما لک کے حکمران اس ادارے کا مکمل بائیکاٹ کر دیں۔

اُٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگا دو
کاخ اُمرا کے در و دیوار ہلا دو

روہنگیا مسلمانوں پر ہی ظلم آخر کیوں؟

کہا جاتا ہے کہ آٹھویں صدی عیسوی میں ایک مسلم بحری جہاز دوران سفر ردامری جزیرے کے قریب تباہ ہوگیا ان میں سے بعض مسلمان جان بچانے میں کامیاب ہوئے جبکہ بقیہ اس حادثہ کے دوران دار فانی سے دار آخرت جا بسے، جو مسلمان بچے انہوں نے جزیرے میں پناہ لینے کے لیے آبادیوں کا رخ کیا، ان اجنبیوں کی آمد کی خبر جب بادشاہ ''اراکن'' کو لگی تو اس نے ان کے تعاقب میں اپنے فوجی روانہ کردیئے، کچھ ہی دیر بعد فوجیوں نے انہیں اپنے حصار میں لے لیا، اس پریشان صورت حال میں مسلمانوں نے رحم رحم کی صدا لگانی شروع کی یہ عربی لفظ بگڑتے بگڑتے روہنگیا ہوگیا اور یہی نام ان کی وجہ شناخت بن گیا۔ مسلمانوں کی آمد کے بعد یہاں کے لوگ اسلامی تعلیمات سے کافی متاثر ہوئے اور ایک بڑی تعداد نے اسلام قبول کیا ۱۴۳۰ء میں یہاں کا بادشاہ بھی دائرہ اسلام میں داخل ہوگیا جن کا اسلامی نام سلطان سلیمان شاہ تھا اور برما کا موجودہ صوبہ اراکان ایک مکمل آزاد اسلامی ریاست کے طور پر سامنے آیا اور یہاں تین سو سال سے زائد عرصہ تک اسلامی حکومت قائم رہی، ۱۷۸۴ء میں برما کے راجہ نے اراکان پر حملہ کر کے زبردستی اسے برما میں شامل کرلیا۔

برما موجودہ نام میانمار جنوبی مشرقی ایشیا میں واقع ہے، اس کا کل رقبع اڑھائی لاکھ مربع میل ہے دارالحکومت رنگون ہے اور کل صوبے چودہ ہیں ایک اندازے کے مطابق آبادی ۷ کروڑ سے زائد ہے یہاں سے ہیرا کافی مقدار میں نکلتا ہے جس کی وجہ سے حکومت غیر ملکی میڈیا کی دخل اندازی برداشت نہیں کرتی۔

برما بھی برطانیہ کے زیر تصرف رہ چکا ہے برطانیہ سے آزادی کی تحریک میں برمی نوبل انعام یافتہ خاتون سیاستدان آنگ سان سوچی کے والد پیش پیش تھے جو کہ برما کی آزادی کے چند ماہ قبل انتقال کر گئے تھے مسلمانوں کی انہیں مکمل حمایت حاصل تھی اور ان انتخابات میں چودہ مسلمان بھی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے تھے، آزادی پاکستان کے وقت صوبہ اراکان کے مسلمانوں نے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ انہیں مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) کا حصہ بنالیا جائے اس حوالے سے قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کو بھی خط لکھا گیا، مگر انگریز حکمران اور برمی بدھ آڑھے آئے اور روہنگیا مسلمانوں کی خواہش پوری نہ ہوسکی۔

روہنگیا مسلمانوں پر ظلم وستم کی تاریخ بڑی الم ناک ہے گزشتہ کئی دہائیوں سے ان پر جو ظلم وستم ہورہا ہے اسے بیان کرنے کے لیے کسی کے بھی پاس الفاظ نہیں ہیں، اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق دنیا میں سب سے زیادہ ستائی جانے والی اقلیت میں ان کا شمار ہوتا ہے، دوسری جنگ عظیم میں جب جاپان نے برما پر حملہ کیا تو مسلمانوں نے ہی ان سے مزاحمت کر کے جاپانی فوجوں کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کردیا تھا جس کی بناء پر جاپانی فوجیوں نے اپنے غم وغصہ کا اظہار کرتے ہوئے روہنگیا مسلمانوں کو اپنے ظلم کا نشانہ بنایا، سینکڑوں مسلمانوں کو شہید کیا، عورتوں سے جنسی زیادتیاں کیں، انہیں اپنے گھر بار چھوڑنے پر مجبور کردیا، مسلمانوں نے اپنی جان بچانے کے لیے تقریباً ۲۲۰۰۰ مسلمانوں نے اس وقت کے ہندوستان کے علاقہ بنگال میں پناہ لی۔ ۱۹۴۲ء میں تقریباً ایک لاکھ مسلمان شہید کر دیئے گئے، آزادی برما کے بعد چند سال تک تو حالات درست رہے مگر ۱۹۶۲ء میں بدھوں نے مسلم نسل کشی مہم کا باقاعدہ آغاز کیا اور اس دوران صرف چالیس دنوں میں ڈیڑھ لاکھ مسلمان شہید کیے۔ ۱۹۷۸ء سے جب سے فوجی بغاوت کے نتیجے میں اقتدار پر جنتا حکومت قابض ہے تب سے روہنگیا مسلمانوں پر ہر طرح کا ظلم کیا جارہا ہے اُسی سال حکومت کی نگرانی میں ڈریگن کنگ مہم کا آغاز ہوا اور ساتھ ہی مسلمانوں پر بڑے وسیع پیمانے پر ظلم ڈھایا گیا، اس ظلم وستم سے تنگ آ کر

تقریبا۲۵۰۰۰۰ مسلمان ہمسایہ ملک بنگلہ دیش پناہ لینے پر مجبور ہوئے،۱۹۸۲ء میں ان سے شہریت کا حق چھین لیا گیا اور اسلامی نام رکھنے پر پابندی لگا دی گئی، قانونی طور پر نہ تو یہ جائیداد خرید سکتے ہیں اور نہ ہی دو سے زائد بچے پیدا کر سکتے ہیں، شادی اور سفر کرنے کے لیے بھی انہیں حکومت سے اجازت لینا پڑتی ہے اور اس کے لیے بھی انہیں بڑی دشوار گزار گھاٹیوں سے گزرنا پڑتا ہے برما حکومت ان پالیسیوں پر بڑی سختی سے عمل کرتی ہے ۱۹۹۱ء سے ۱۹۹۲ء کے درمیان ظلم وستم سے تنگ آ کر جان بچانے کے لیے تقریبا ڈھائی لاکھ بنگلہ دیش اور ایک لاکھ کے قریب تھائی لینڈ پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔۲۱۰۲ء میں دو بدھ لڑکیوں نے اسلام قبول کیا، تو بدھ پیروں کو یہ ایک نظر نہ بھایا انہوں نے ان نو مسلم لڑکیوں کو شہید کر کے مسلمانوں پر الزام عائد کیا کہ انہوں نے بدھ لڑکیوں کو مارا ہے اور 3 جون 2012ء کو وسیع پیمانے پر قتل وغارت گری کا بازار گرم کیا گیا، بدھ جن کا عقیدہ ہے کہ انسان کو ایسی احتیاط سے چلنا چاہیے کہ اس کے پاؤں تلے کوئی کیڑا بھی نہ آ جائے مگر اِس دوران ان کے ہاتھوں ایک ماہ کے مختصر عرصہ میں 22 تا 20 ہزار مسلمان شہید ہوئے، ترکی اور ایران کے دباؤ پر یہ طوفان تھا اور 2015ء میں پھر اُمنڈ آیا ہے جس کی وجہ سے ہزاروں مسلمان وہاں سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے، برمی فوج نے حالیہ وارداتوں میں پیلی کاپٹر سے ان روہنگیا مسلمانوں پر فائر کر کے ایک بڑی تعداد کو شہید کیا ہے جو اپنی جانیں بچا کر سمندر کے راستے بھاگنے کی کوشش کر رہے تھے۔

روہنگیا مسلمانوں پر بڑا شدید ظلم وستم ہو رہا ہے انہیں ہر طرح کی سرکاری ملازمت سے محروم رکھا گیا ہے روزگار کے وسائل ان کے لیے اتنے محدود کر دیے گئے ہیں کہ دو وقت کی روٹی کھانا ان کے لیے مشکل ہے تن ڈھانپنے کو کپڑے نہیں، علاج ومعالجہ اور تعلیم کی سہولیات انہیں دور دور دکھائی نہیں دیتیں، برمی فوج بڑے بڑے سخت منصوبوں میں ان سے بغیر اجرت کے کام کرواتی ہے دیگر ممالک سے فلاحی تنظیموں کی طرف سے

پہنچنے والی امداد بھی برمی حکومت نے روک دی ہے وہاں شائید ہی کوئی مسلم عورت ہو جس کی عزت بدھ پیروں سے محفوظ رہی ہو، انہیں زندہ جلا دیا جاتا ہے، تلواروں و خنجروں سے جسم کے ٹکڑے کرنا اور شہید ہونے والے مسلمانوں کے بدن سے کپڑے اتار کر بے حرمتی کرنے کے ساتھ انہیں جلا دینا تو عام معمولات میں شامل ہے۔

روہنگیا مسلمانوں کو شہریت کے حقوق سے محروم رکھنے کے لیے برمی حکومت ان پر یہ جھوٹا الزام لگاتی ہے کہ یہ لوگ بنگلہ دیشی شہری ہیں انہیں ان کے ملک واپس لوٹا دیا جائے گا، برما حکومت کا کہنا ہے کہ ملک میں بسنے والی کسی بھی اقلیت کے لیے یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ اس کے آباؤاجداد ارا کان میں ۱۸۲۳ء میں حملے سے قبل یہاں آباد تھے برما کے لاکھوں مسلمان یہ دعوی تو کرتے ہیں کہ وہ کئی نسلوں سے یہاں آباد ہیں لیکن یہ اقلیت اس کا دستاویزی ثبوت فراہم کرنے سے قاصر ہے۔

حکومت برما نے روہنگیا مسلمانوں کی نسل کشی کا یہ طریقہ اپنا رکھا ہے کہ ایک طرف تو وہ دو سے زائد بچے نہیں پیدا کر سکتے اور دوسری طرف ان کے قتل عام کے ساتھ ساتھ بھوک، پیاس اور دیگر جسمانی اذتیں دے کر موت کے گھاٹ اتارا جا رہا ہے، اس ملک میں اکثریت بدھ مت کے ماننے والوں کی ہے جبکہ مسلمان صرف ۴ فیصد ہیں اس کے باوجود بدھ مت کے پیروکار ہر طرح کا ظلم وستم کرنے کے لیے ان پر یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی تیزی سے بڑھتی ہوئی شرح پیدائش ملک میں ان کے قیمتی وسائل اور طرز زندگی کے لیے خطرہ ہو سکتے ہیں۔

برما میں مسلمانوں کے علاوہ دیگر نسلی واقلیتی قومیں بھی آباد ہیں مگر برمی حکومت کی طرف سے مذکورہ بالا الزامات کی بنیاد پر روہنگیا مسلمانوں پر ہی ظلم آخر کیوں؟

مظلوم روہنگیا مسلمان شدید ظلم وستم کی وجہ سے کئی سالوں سے ہجرت کرنے پر مجبور ہیں، ان کا زیادہ رخ

تھائی لینڈ، ملائیشیا، انڈونیشیا اور بنگلہ دیش کی طرف ہے جن میں اول الذکر غیر مسلم جبکہ آخری تین مسلم ممالک ہیں مگر روہنگیا مسلمانوں کے حوالہ سے ان کا طرز عمل بھی برما کے بدھ مت پیروکاروں سے کچھ مختلف نہیں ہے۔ برما سے سوار ہو کر بحری جہازوں کے ذریعے تھائی لینڈ کا رخ کرنے والے ان مسلم مہاجرین کے ساتھ تھائی لینڈ پچھلے کئی سالوں سے یہ سلوک کر رہا ہے کہ یا تو وہ اپنے ملک میں داخل ہی نہیں ہونے دیتا یا پھر تھائی فوج کے ہاتھوں زدوکوب اور ظلم وزیادتی کر کے سمندر کے حوالے کر دیتا ہے مگر اب جبکہ یہ معاملہ بہت بڑھ چکا ہے اور ہزاروں مسلمان کشتیوں میں سوار زندگی وموت کی کشمکش میں سمندر کی لہروں پر زندگی گزار رہے ہیں تو اپنے آپ کو مہذب کہلانے والی اس قوم (یعنی تھائی لیند کی بحریہ) نے صرف یہ دعویٰ کیا ہے کہ ہم مہاجرین کی کشتیوں کو پانی مہیا کر رہے ہیں اور ہم اس بات کے لیے بھی تیار ہیں کہ ان کو اپنے ساحلی علاقوں پر مہاجر کیمپوں میں عارضی طور پر بسا سکیں، ہم انہیں اپنے ملک میں مستقل سکونت اختیار نہیں کرنے دے سکتے اس کے علاوہ یہ حل ہے کہ ہم انہیں جہازوں میں بھر کر کسی دوسرے ملک بھیج دیں۔

یہ تو وہ لوگ ہیں جو خود کو مہذب اور امن کا علمبردار کہلاتے نہیں تھکتے، مگر مظلوم مسلم قوم کے ساتھ یہ بدسلوکی دنیا کو ان کا اصل چہرہ دیکھا رہا ہے خیر ان سے کیا شکوہ جن کی نس نس میں مسلم دشمنی بھری ہوئی ہے شکوہ تو اپنوں سے ہے جنہوں نے اس مظلوم قوم سے منہ موڑ لیا اور آنکھیں چرا رہے ہیں۔

ملائیشیا کو ہی لیجیے جس کی حکومت نے اپنی نیوی کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ روہنگیا مسلمانوں کو ساحل سے واپس دھکیل دیا کرے اور گزشتہ چند دنوں سے قبل تک یہی کہتے آ رہے تھے کہ ہم ان مہاجروں کو برداشت نہیں کر سکتے اور نہ ہی سنبھال سکتے ہیں دوسری طرف انڈرنیشیا نے بھی واضح طور پر انہیں اپنے ہاں بسانے سے انکار کیا اور مئی ۲۰۱۵ء میں آ جانے والے کچھ پناہ گزینوں کے بارے میں عندیہ دیا کہ انہیں نکال دیا جائے گا

اور مزید کشتیوں کو اپنے ساحلوں سے دور رکھنے کا حکم جاری کر رکھا تھا مگر بدلتے ہوئے حالات کو دیکھتے ہوئے اور عالمی تنقیدات سے بچنے کے لیے ان ممالک نے اپنا رویہ کچھ تبدیل کیا ہے، ملائیشین وزیر خارجہ اینفا امان نے اپنے تھائی اور انڈونیشین ہم منصب سے ایک ملاقات کے بعد میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ان لوگوں کی مدد کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ انہیں جس قسم کے حالات کا سامنا ہے اس میں ہم انہیں اپنے ساحلی علاقوں میں رکھنے کے لیے تیار ہیں۔

مگر مسٹر امان نے ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ ہم سرگرمی کے ساتھ تارکین وطن کی تلاش نہیں کریں گے لیکن اگر وہ ان کے ساحل پر اترتے ہیں تو انہیں اس شرط پر عارضی پناہ دینے کو تیار ہیں کہ بین الاقوامی برادری ایک سال کے اندر ان کی آبادکاری یا واپسی میں تعاون کرے گی۔

بنگلہ دیش پڑوسی ملک ہونے کی بناء پر سالوں سے روہنگیا مہاجرین کے لیے پناہ گاہ بنا ہوا ہے لیکن یہاں بھی حالت انہیں سے کچھ ملتی جلتی ہے اول تو یہاں پناہ لینے والے روہنگیا مسلمانوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک کیا جاتا ہے۔ دوم اقوام متحدہ کے ادارے UNHCR کی رپورٹ کے مطابق بنگلہ دیش میں پناہ لینے والے روہنگیا مسلمانوں کی بازآبادکاری کی کوششیں بارآور ثابت نہ ہوسکی ہیں، یعنی آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا کے مصداق ان کی حالت ہوچکی ہے۔

روہنگیا مسلمانوں پر برما میں جو ظلم وستم ہوا اور ابھی تک اپنوں کی بے وفائی کا جو انہیں سامنا ہے اسے بیان کرنے کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں، اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود مسلم ممالک کے ارباب اقتدار ابھی تک نہ جانے کس نشے میں ڈوبے ہوئے ہیں کہ اس مظلوم قوم کی فریاد رسی کے لیے ابھی تک ان کی آنکھیں نہیں کھولیں اگرچہ ترکی آگے بڑھا ہے اور اس نے روہنگیا مسلمانوں کے لیے اقوام متحدہ تنظیم برائے مہاجرین کے ذریعے ۱۰ لاکھ ڈالر امدادی رقم وقف کردی ہے اور ترکی کے صدر رجب طیب اردگان

نے ملائیشین صدر نجیب رزاق سے گفتگو میں کہا کہ ''ترکی روہنگیا مہاجرین کی ذمہ داری اٹھانے کے لیے تیار ہے ''۔
اور ترک نیوی جہاز اور ہیلی کاپٹر سمندر میں بھٹکے روہنگیا مسلمانوں کے لیے ریسکیو آپریشنز کر رہے ہیں، ادھر پاکستانی وزیر اعظم نواز شریف نے ۵۰ لاکھ ڈالر امداد کا اعلان کیا جو کہ اقوام متحدہ کے ذریعہ روہنگیا مسلمانوں تک پہنچائی جائے گی جبکہ ملک ریاض (بحریہ ٹاون والے) نے ۱۰ کروڑ امداد کا اعلان کیا ہے یہ تمام اقدامات خوش آئندہ ضرور مگر اطمینان بخش نہیں، اور نہ ہی یہ کوئی فیصلہ کن قدم ہے اس میں کوئی دورائے نہیں کہ کچھ بھی نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر ہے مگر روہنگیا مسلمانوں کے زخموں پر مرہم پٹی اسی وقت رکھی جا سکتی ہے جب بدھ پیروں کی طرف سے ان پر ہونے والے مظالم کو روکا جا سکے اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک صوبہ اراکان کو الگ مسلم ریاست کے طور پر قائم نہ کیا جا سکے۔ یاد رہے یہاں کسی کو آگ بھگولا ہونے کی ضرورت نہیں اگر ماضی قریب میں مشرقی تیمور اور جنوبی سوڈان کو مسلم ریاستوں سے الگ کیا جا سکتا ہے تو یہاں بھی روہنگیا مسلمانوں کو بدھ بھکشوؤں کے ظلم سے بچانے کے لیے ایسا ممکن ہے۔
اس کے لیے تمام مسلم ممالک کے حکمرانوں کو مل کر کوشش کرنا ہوگی لیکن کیا کیا جائے یہاں تو صورت حال ہی مختلف ہے یہ معاملہ تو بہت آگے کا ہے ابھی تک تو مسلم حکمران سمیت عوام کی اکثریت نے بھی روہنگیا مسلمانوں کے حق میں صدائے احتجاج بلند نہیں کی، ہم احتجاج بھی ان کے حق میں کرتے ہیں جن کے ساتھ ہمارے مفاد جڑے ہوتے ہیں دور جانے کی ضرورت نہیں ماضی قریب میں جب جولائی ۲۰۱۴ء کو اسرائیل نے غزہ کے نہتے بے گناہ مسلمانوں کے سینوں میں گولیاں، بم، میزائل اتارے تو دنیا بھر کے مسلمانوں (سوائے سعودی عرب اور چند ایک ممالک اسلامیہ کے) نے احتجاج کیا اور اسرائیل کے ظلم و بربریت کے خلاف آواز اٹھائی، پاکستان نے بھی فلسطین کے ساتھ یک جہتی کا اظہار کیا، یہاں لمبی لمبی ریلیاں نکالی گئیں

،اخبارات ورسائل میں لکھا گیا،میڈیا پر خصوصی پروگرام نشر ہوئے اور درد مسلم رکھنے والوں کے علاوہ جو طبقہ بڑا متحرک اور پر جوش نظر آتا رہا اور اہل عرب کے ساتھ اپنی وفا کا ثبوت فراہم کرتا رہا وہ تھا جن کی تحریکیں اور ادارے عرب چندے سے چلتے ہیں اس لیے ان سے جو ہوسکا انہوں نے کیا،دوسری طرف روہنگیا مسلمانوں پر پچھلی کئی دہائیوں سے ظلم کی وہ انتہاء ہو چکی ہے کہ جسے سن کر روح تڑپ اٹھتی ہے تو اس صورت حال میں اس مخصوص طبقہ کا جو ردعمل سامنے آیا ہے اس سے ان کی دینی پوزیشن بڑی واضح ہو جاتی ہے، یہاں یہ یادرہے کہ میں فلسطینی مسلمانوں کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں وناانصافیوں کو پس پشت ڈالنے کی بات نہیں کر رہا مدعا صرف اتنا ہے کہ اگر وہاں اپنے مسلمان بھائی ہیں تو یہاں بھی مسلمان بھائی ہیں ہمارا تعلق ہر مسلمان کے ساتھ یکساں ہونا چاہیے۔

اب ذرا مغرب مع امریکہ پر بھی نظر ڈال لیں جو دنیا بھر میں امن کا علمبردار بنا ہوا ہے کہ کس طرح آنکھیں بند کیے روہنگیا مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کو فراموش کر رہا ہے،اقوام متحدہ کے جنرل سکیرٹری بان کی مون نے تشویش کا اظہار کرتے ہوئے صرف اتنا کہا ہے کہ برما حکومت سے مطالبہ کرتے ہوئے روہنگیا مسلمانوں پر ظلم ونسل کشی کی غیر جانبدرانہ تحقیقات کرانے کو کہا ہے اور مزید یہ بھی کہا کہ برما جب تک روہنگیا مسلمانوں کے خلاف نسلی تعصب ختم کر کے ان کو اپنا شہری تسلیم نہیں کرتا اس وقت تک تارکین وطن کا مسئلہ حل کرنا ممکن نہیں اور برما اپنے ملک میں روہنگیا مسلمانوں کی حیثیت واضح کرے۔

برما حکومت نے نہ صرف ان تحقیقات سے انکار کیا ہے بلکہ اقوام متحدہ کے اس بیان کی مذمت کرتے ہوئے اسے اپنے ملکی معاملات میں مداخلت قرار دیا،اس پر اقوام متحدہ اور امریکہ کا کسی طرح کا ردعمل سامنے نہیں آیا کیونکہ مسلمانوں کے حوالے سے وہ ایک سست سا بیان دے کر سمجھتے ہیں کہ ہم نے اپنا فرض پورا کر دیا اور دنیا کو امن کا گہوارہ بنانے میں اپنا کردار ادا کر دیا ہے جبکہ اس طرح کی صورت حال کسی اسلامی ملک میں

ہوتی تو ان کے تمام ادارے حرکت میں آتے اور اس ملک کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتے۔

اے انصاف کے طلب گارو، ہم نے ان پر الزام نہیں لگایا بلکہ حقیقت کا اظہار کیا ہے ذرا ماضی قریب کے آئینہ میں جھانک کر دیکھیں جب سرزمین لیبیا پر معمر القذافی برسر اقتدار تھے اور انہوں نے طرابلس کے گرین اسکوائر نامی میدان میں حکومت کے خلاف ہونے والے احتجاج کو دہشت گردی کہہ کر اسلحہ کے زور پر کچل دیا تھا تو تمام مغربی ممالک کی زبان پر ایک ہی جملہ تھا کہ معمر القذافی کی حکومت اپنی عوام پر کھلے عام ظلم وتشدد کرتی ہے اور لیبی عوام کو معمر قذافی کے ظلم سے بچانا لازم ہے ورنہ زمین کا امن تباہ ہو جائے گا اور لوگوں پر ظلم وزیادتی دن بدن بڑھتی جائے گی پھر کیا تھا نیٹو ممالک کی تحریک پر یو این او میں لیبیائی عوام کی حمایت میں قرارداد پیش کر دی گئی، اس قرارداد کے مطابق ممبر ممالک کو یہ اجازت دی گئی کہ وہ لیبیا عوام کو حکومت کی سرپرستی میں ہونے والے مظالم سے نجات دلانے کے لیے بقدر ضرورت طاقت کا استعمال کر سکتے ہیں، اس میں اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے ادارے نے پہل کی اور لیبیا کی رکنیت معطل کر کے لیبی عوام پر تشدد کی عالمی تحقیقات کرنے کو کہا جبکہ امریکہ پہلے ہی اپنے نام نہاد عالمی اصولوں اور خود ساختہ شائستگی کی مروجہ اقدار کی پاسداری میں لیبیا پر پابندی عائد کر چکا تھا، اس کے بعد کیا ہوا؟ نیٹو افواج لیبیا پر چڑھ دوڑیں اور چند ماہ کی مسلح جدوجہد سے معمر القذافی کی ہلاکت تک پورے ملک کی وہ حالت کر دی کہ ہر انصاف پسند نے اس مذموم حرکت پر خوب تنقید کی، سینکڑوں جانیں ضائع ہوئیں، کئی افراد معذور ہو گئے بعض کو ناقابل تلافی زخم آئے، دفاعی نظام ختم کرنے کے ساتھ ساتھ تیل نکالنے کے نظام کو بھی مفلوج کر دیا گیا، سڑکیں تباہ کر دی گئیں، ہزاروں ذاتی مکانات منہدم ہوئے اور شائید ہی کوئی سرکاری عمارت بچی ہو، ہسپتال، مساجد، یونیورسٹیاں، کالجز وسکول وغیرہ بھی ان حملوں سے محفوظ نہ رہ سکے اور اس دوران عوام کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا وہ اس پر متزاد ہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ مغرب نے لیبیا پر چڑھائی عوام کی حمایت کے لیے نہیں بلکہ اپنے مفاد کے لیے کی تھی جن میں سرفہرست یہ ہیں

1۔کم داموں کے عوض وافر مقدار میں تیل حاصل کرنا کہا جاتا ہے کہ دنیا میں تیل پیدا کرنے والے ممالک کی فہرست میں لیبیا کا نمبر آٹھواں ہے۔

2۔معمر قذافی کی جگہ ایسے افراد کو حکومت سونپنا جو کٹھ پتلی کی طرح رہیں اور ان کی ڈور مغرب کے ہاتھ میں ہو کیونکہ معمر قذافی نے لیبیا کو امریکی چھاونی بننے سے بچائے رکھا تھا۔اب ان کے بعد لیبی حکومت نے جو کچھ کیا یا ہو رہا ہے وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔

3۔ایک ایسے فرد کی آواز کو ہمیشہ کے لیے دبانا تھا جو لیبیا کو ایٹمی قوت بنانے کا خواہش مند،اتحاد امت میں کوشاں اور اسرائیل کے خلاف فلسطین و دیگر حریت پسند تنظیموں کی مدد کرتا تھا جس نے ہمیشہ صلیبی و صیہونی قوتوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کی،جو دنیا میں استعمار کے خلاف نفرت اور مزاحمت کی علامت سمجھے جاتے تھے اور عراق میں صدام حکومت کے خاتمے تک جنھوں نے مزاحمت جاری رکھی۔

لیبیا میں معمر القذافی کی ہلاکت کے بعد مغرب اپنے تمام مقاصد میں کامیاب ہو چکا ہے اب تو نیٹو فضائی جنگی جہازوں کا اڈا بھی موجود ہے جو کسی بھی اسلامی ملک پر حملہ کرنے کے لیے اشارے کے منتظر ہیں اب مغرب مع امریکہ کی نگاہیں سرفہرست شام پر ہیں جن کے ساتھ سعودی عرب سمیت دیگر کئی عرب ممالک ہیں امریکہ سمیت ڈیموکریسی اور آزادی کے علمبردار اور مغربی ممالک اور بعض عرب ممالک کو اس وقت شامی عوام کی فکر کھائے جا رہی ہے سعودی عرب شامی عوام کے لیے چندہ جمع کرنے میں لگا ہوا ہے ادھر ترکی نے اپنی سرحدوں کو شامی مہاجرین کے لیے کھول دیا ہے ان سب کا بس نہیں چل رہا کہ گھڑی کی چوتھائی میں صدر بشار الاسد کا قصہ تمام کر دیں،جن کی حکومت بقول ان کے اپنے عوام کا ناحق خون بہا رہی ہے اور

دوسری طرف امریکی وزیر خارجہ ہیلری کلنٹن افغانستان اور عراق کی طرز پر شام کے عوام کو بشارالاسد کی حکومت سے نجات دلا کر ڈیموکریسی کا گراں بہا تحفہ پیش کرنے کے لیے بے چین نظر آرہی ہیں اور نیٹو کے جنگی طیارے شامی مسلمانوں کے لیے بشارالاسد کے سینے میں بم اتارنے کے لیے تیار اور آرڈر کے منتظر ہیں لیکن عقل کے اندھے اور مفاد پرست قوم کو برما کے مظلوم مسلمان نظر نہیں آرہے امریکہ اور آزادی کے علمبردار مغربی ممالک سمیت سعودی عرب اور دیگر بعض عرب ممالک کا مظلوم قوم کی مدد کے حوالے سے کیسا واضح تضاد نظر آرہا ہے کہ جہاں اپنے مفاد چھپے ہیں وہاں سینہ تان کر سامنے اور جہاں ذاتی فوائد کے بغیر مظلوموں کی مدد کرنا پڑے گی وہاں سے آنکھیں چرائی جارہی ہیں اور چند جملے بول کر اور صرف تشویش کا اظہار کر کے یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم نے اپنا فرض پورا کر دیا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ بشارالاسد کے ظلم سے شامی عوام کو نجات نہ دلائی جائے مدعا صرف اتنا ہے کہ جب آپ مظلوم کی مدد کے لیے گھر سے نکلیں تو اپنے ذاتی مفاد کو بالائے طاق رکھ کر آئیں اگر شامی عوام مدد کی حقدار ہے تو برما کے مظلوم مسلمان بھی برابر کے حقدار ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بشارالاسد اور ان سے قبل ان کے والد حافظ الاسد نے شامی مسلمانوں کا جو ناحق خون بہایا ہے اسے ہم تاریخ کی بدترین مثال کہہ سکتے ہیں یہ وہی باپ بیٹا ہیں جنہوں نے ملکی دفاع کے لیے موجود توپوں کے منہ جنازوں پر کھول دیئے تھے اور پچھلی کئی دہائیوں سے لے کر اب تک لاکھوں شامیوں کے خون سے سرزمین شام کو سرخ کر دیا ہے شام کے لوگوں کو بشارالاسد کے ظلم سے نجات دلانے کے لیے اب فیصلہ کن اقدامات کی ضرورت ہے مگر امریکہ اور نیٹو ممالک کی مداخلت و پالیسیوں کو اپنائے بغیر کہ ان کی مداخلت سے عوام نہ تو ظلم سے نجات پاتی ہے نہ آزادی کی سانس لیتی ہے اور نہ اپنا سرمایہ بچا سکتی ہے اس لیے بہتر یہ ہے کہ مسلم ممالک گھر کا مسئلہ گھر میں ہی حل کر لیں یہی سب کے مفاد میں ہے۔

(مشمولہ۔ ماہنامہ جہان رضا، جلد۲۳، شمارہ ۲۱۸، ۲۱۹، ستمبر، اکتوبر ۲۰۱۵ء، ذیقعدہ، ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ)

شام کی حالت پر بین الاقوامی طاقتوں کی خاموشی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن خطوں کے لیے برکت کی خصوصی دعا فرمائی ان میں ملک شام بھی شامل ہے شام واہل شام کی فضیلت پر کئی احادیث وارد ہیں علماء نے اس پر مستقل کتب لکھی ہیں حافظ امام شمس الدین ذہبی کی فضائل شام کافی مشہور ہے پاکستان سے اس کا اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے سرزمین شام تاریخ اسلام میں خاص اہمیت ومنفرد مقام رکھتی ہے سینکڑوں صحابہ کرام اور اولیاء وصالحین یہاں آرام فرما ہیں نیز اسلام کے بہت سے تاریخی مقامات وآثار بھی اس جگہ ہیں ان سب فضیلتوں کے باوجود اہل شام آج جن مصائب سے دوچار ہیں اس کا اندازہ صرف شامی افراد ہی لگا سکتے ہیں۔

تاریخ میں شام پر کئی مرتبہ مصائب کی تیز وتند آندھیاں چلی ہیں مگر اب تو شامی مسلمانوں پر ظلم کی وہ تاریخ رقم کی جارہی ہے کہ اس کے تصور سے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں شائید یہی وہ وقت ہے جس کی طرف دیکھتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا

" اذا فسد اهل الشام فلا خير فيكم "

جب اہل شام میں خرابی پیدا ہوگی تو تم میں کوئی بہتری نہ ہوگی۔

(الجامع الصحيح للترمذی، باب ماجاء فی اهل الشام، رقم الحديث ٢١٩٢، طبعه بيت الافكار الدوليه ،رياض)

شامی مسلمانوں پر مصائب کی کالی گھٹائیں اس وقت چھانا شروع ہوئیں جب حافظ الاسد برسر اقتدار آیا، حافظ الاسد اپنی سخت ترین ظالمانہ حکومتی پالیسیوں کی بناء پر دنیا بھر میں مشہور تھا اپنی ہی عوام پر ظلم کی انتہاء

کرنے والی بدترین حکومتوں میں حافظ الاسد کی حکومت کو ہم بطور مثال پیش کر سکتے ہیں، خاموش جنازوں پر توپوں کے منہ کھول دینا اور مخالفین کو صرف شک کی بناء پر صفحہ ہستی سے مٹا دینا حافظ الاسد کے معمولی کارناموں میں سے تھا پورے شام میں کسی بھی فرد کی مقبولیت اسے قطعا برداشت نہیں تھی اگر چہ وہ غیر سیاسی ہی ہو، شام کی عظیم علمی وروحانی شخصیت شیخ محمد علی مراد جو کہ سیاست سے دور رہتے ہوئے خالصتا خدمت اسلام میں مصروف تھے شیخ محمد الحامد کی خانقاہ پر درس وتدریس اور وعظ وتذکیر کے مشغلہ میں مصروف رہتے تھے ان کا درس وخطاب عوام میں بڑا مقبول ہوا اور لوگ جوق در جوق شرکت کرتے، حافظ الاسد نے جب ان کی غیر معمولی مقبولیت دیکھی تو نہ صرف ان کا سلسلہ درس وخطابت بند کروایا بلکہ ۱۹۸۰ء میں خانقاہ پر بلڈوزر چلا کر شیخ محمد الحامد کے مزار سمیت تمام عمارت کو ملبہ کا ڈھیر بنا دیا اور جگہ کو سرکاری تحویل میں لے کر وہاں تجارتی مرکز تعمیر کر دیا گیا نیز ٹھیک دو سال بعد اسی شہر حماہ میں قتل وغارت کا وہ بازار گرم کیا کہ چند دنوں میں دس ہزار افراد لقمہ اجل بنے گے۔

حافظ الاسد کے شامی مسلمانوں پر ظلم وجبر کی داستانوں میں سے یہ ایک ہلکی سی جھلک ہے اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا بشار الاسد برسر اقتدار آیا جو کہ ظلم وجبر کرنے میں اپنے باپ سے کسی بھی طرح کم نہیں ہے بلکہ ان سے بھی چار قدم آگے ہے حکومت میں طویل المدت تک رہنے کے لیے بشار الاسد نے شروع سے ہی اپنے باپ کی ظالمانہ پالیسیوں کو اپنایا ہے، نہیں نہیں اس میں اضافہ کیا ہے عوام پر وہ ہی ظلم وستم، خوف و ہراس اور قتل وغارت کا سلسلہ جاری رکھا اور اس میں مزید تیزی اس وقت آئی جب ۲۶ جنوری ۲۰۱۱ء میں ملک کے کئی شہروں میں بشار الاسد کے خلاف مظاہرے کیے گے عوام کا بنیادی مطالبہ تھا کہ صدر بشار الاسد عصر حاضر کے تقاضوں کے پیش نظر سیاسی اصلاحات کی طرف توجہ دیں اور آزادی کے ساتھ ملک کے شہریوں کو موقع دیں کہ وہ اپنے بہتر مستقبل کے لیے جسے چاہے منتخب کر سکیں۔

بجائے اس کے کہ بشارالاسد عوامی مطالبات پر سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے ان کی طرف توجہ دیتے جو صرف عوام کا بنیادی حق ہی نہیں بلکہ ملک شام کی ضرورت بھی تھی اُلٹا ان مظاہروں کو طاقت کے بل بوتے پر سختی سے کچل دیا گیا جس کے نتیجہ میں سینکڑوں جانیں ضائع ہوئیں، گھر تباہ ہوئے معاشی واقتصادی ہر لحاظ سے ملک کو نقصان ہوا، اس صورت حال کا فائدہ اٹھاتے ہوئے شدت پسند تنظیم داعش جو پہلے ہی عراق میں اپنے قدم جما چکی تھی اب یہاں بھی اسے کھیل کھیلنے کا موقع ملا گیا، اور چند ہی دنوں میں ملک خانہ جنگی کی طرف دھکیل دیا گیا، داعش جو اپنا علیحدہ خارجی نظریہ رکھتی ہے حکومت مخالف سیاسی وعسکری گروپس اور حکومتی مسلحہ کارروائیوں سے شام اس وقت دردناک مناظر پیش کررہا ہے۔

حکومتی وغیر حکومتی مسلحہ کارروائیوں کا سب سے زیادہ نقصان عوام کو برداشت کرنا پڑرہا ہے ایک محتاط اندازے کے مطابق اب تک ساڑھے چار لاکھ جانیں ضائع ہوچکی ہیں کم وبیش ۱۰ لاکھ بیرون ممالک اور ۴۰ لاکھ سے زائد اندرون ملک لوگ ہجرت کرنے پر مجبور ہیں، رہائش، غذائی اور ادوائی قلت اس پر متزاد ہیں اس سارے کھیل میں سب سے زیادہ قابل مذمت کردار صدر بشارالاسد کا ہے جس نے اپنی ہی نہتی عوام کے سینوں میں بم مارے، ۲۰۱۱ء سے لے کر اب تک شامی حکومت مسلسل عوام کو نشانہ بنائے ہوئے ہے جنگی جہازوں، ہیلی کاپٹروں اور زمینی کارروائیوں سے لاشوں کے ڈھیر لگانا، گاؤں کے گاؤں اور شہروں کے شہروں کو تباہ کرنا تو یوں لگتا ہے جیسے بشارالاسد کا محبوب مشغلہ ہو، اس دوران خطرناک کیمیائی ہتھیار بیرل بموں کا بھی استعمال کیا گیا، جس سے بچے بوڑھے، جوان، مردوعورتیں دردناک اذیت میں مبتلا ہوکر تڑپ تڑپ کر مرے ہیں، ابھی حال ہی میں شہر حلب جو ملک شام کا سب سے بڑا شہر ہے کو بشار فورسز نے چاروں طرف سے گھیرا ہوا ہے اور زمینی وفضائی کارروائیوں سے جہاں ہزاروں جانیں ضائع کیں وہیں مکان، تجارتی مراکز، مساجد اور ہسپتالوں کو بھی میزائلوں کو نشانہ بنا کر انھیں تباہ وبرباد کردیا گیا ہے تاریخ اسلام میں

یہ پہلی بار رہوا ہے کہ اس شہر میں نماز جمعہ نہیں ادا ہوسکی، یہاں کی گلی گلی، درو دیوار اور خون میں لت پت سڑکیں بشارالاسد کے ظلم وستم پر محیط داستانوں کی گواہی دے رہی ہیں۔

بشارالاسد کی عسکری ومعالی معاونت کرنے والے ممالک میں روس، ایران اور لبنان سرفہرست ہیں، روس تو خطے میں اپنے مفادات سامنے رکھے ہوئے ہے جس کی بناء پر وہ بشار حکومت کو مستقل قائم رکھنا چاہتا ہے جبکہ ایران اور لبنان جہاں سیاسی مقاصد کو سامنے رکھے ہوئے ہے وہیں بشارالاسد کی مدد کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بشار شیعوں کے فرقہ نصیریہ سے تعلق رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ ایران دنیا بھر سے لوگوں کو جمع کر کے بشار فورسز میں بھیج رہا ہے جس کا اعتراف ایرانی پارلیمنٹ کے اعلی عہدیدران کر چکے ہیں، ایران کی پاسدران انقلاب، لبنان کی حزب اللہ اور روسی فوج وفضائیہ نے بالخصوص مدد فراہم کی اور یہ سلسلہ تاحال جاری ہے۔

بشارالاسد اپنی تمام تر ظالمانہ کاروائیوں کے جواز پر یہ کہتے ہیں کہ ان کا نشانہ داعش اور دیگر مسلحہ گروہ ہیں مگر زمینی حقائق وشواہد اس مؤقف کو مسترد کرتے ہیں فقط شبہ مخالفین کی بناء پر بچوں، بوڑھوں، نوجوانوں اور عورتوں کا لحاظ کیے بغیر شہروں کے شہر میزائلوں سے اُڑا دینا، سکولوں، ہسپتالوں اور مساجد تک کو نشانہ بنانا کیا معنی رکھتا ہے؟

اس سے بھی زیادہ دردناک تلخ حقیقت عالم اسلام، اقوام متحدہ، امریکہ اور حقوق انسانی پر نعرے بلند کرنے والے اداروں کی خاموشی ہے یہاں انسانیت سسکیاں لے لے کر دم توڑ رہی ہے جبکہ یہ لوگ ٹانگ پر ٹانگ رکھے یوں تماشائی بنے بیٹھے ہیں جیسے یہ کوئی بڑا دلچسپ کھیل ہو، ماضی قریب میں جب لیبیا کے صدر معمر قذافی نے اپنے خلاف ہونے والے مظاہرے کو شہر طرابلس کے گرین اسکوائر نامی میدان میں بڑی بے دردی کے ساتھ اسلحہ کے زور پر کچل دیا تو مغربی طاقتوں نے عوامی ہمدردی کا نعرہ مارتے ہوئے فوج کشی

کردی اور چند ماہ کی کوششوں سے صدر معمر قذافی کی ہلاکت تک لیبیا کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔
یہ بھی یاد رہے لیبیا پر مغرب کی چڑھائی عوامی ہمدردی کے لیے نہیں بلکہ اپنے ذاتی مفادات کے لیے تھی جن میں سرفہرست یہ ہیں

ا۔ سستے داموں وافر مقدار میں تیل حاصل کرنا، کہا جاتا ہے دنیا میں وافر مقدار میں تیل پیدا کرنے والے چند ممالک میں لیبیا بھی شامل ہے۔

۲۔ نیٹو فورسز کے لیے ہوائی جنگی اڈا قائم کرنا تا کہ اسرائیل جب گریٹر اسرائیل کا خواب شرمندہ تعبیر کرنے کے لیے فائنل اقدامات کرے تو اِس سے مذاہمت کرنے والوں کے خلاف اسرائیل کی مدد کی جائے۔

۳۔ ایک ایسے بندے کی آواز کو دبانا تھا جو لیبیا کو نہ صرف ایٹمی طاقت بنانا چاہتا تھا بلکہ وہ استعماری طاقتوں کے خلاف نفرت وعداوت کی نشانی سمجھا جاتا تھا۔

معمر قذافی کی ہلاکت کے بعد مغرب اپنے تمام مقاصد میں کامیاب ہو چکا ہے اس ساری صورت حال میں سب سے زیادہ شرمناک وقابل مذمت کردار عالم اسلام کا ہے جو ایک مضبوط قوت ہونے کے باوجود ناکارہ ،کنکریوں کی طرح بکھرے پڑے ہیں، پاکستان ایٹمی قوت، حجاز مقدس (سعودی عرب) مرکز اسلام، ترکی حبّ مسلم میں نمایاں ہونے کے باوجود پورے عالم اسلام کے ساتھ ناکام ہی نہیں بلکہ بے حس ہوئے پڑے ہیں ایسے میں ہم اپنے شامی مسلمان بھائیوں کے لیے آنسو بہا سکتے ہیں دعا کر سکتے ہیں اور قلم کے ذریعے آواز بلند کر سکتے ہیں سو وہ ہم کرتے رہے ہیں۔

سلطان ٹیپو شہید کا ذوق علم

4 مئی 1799ء/1213ھ کو مجاہد اسلام حضرت فتح علی المعروف ٹیپو سلطان کو تلاوت قرآن مجید کرتے ہوئے شہید کر دیا گیا، اللہ تعالی ان کے درجات بلند کرئے۔

سلطان شہید کو انگریز مورخین نے ظالم، درندہ، خونخوار اور نا جانے کیا کیا کہا ہے؟ انہوں نے یہ صرف سلطان شہید کے ساتھ ہی نہیں بلکہ ہر اس مسلم حکمران کے ساتھ یہ رویہ اپنایا جس نے کفر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کی اور میدان جنگ میں ان کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔

ویسے تو تاریخ اسلام میں بہت سے نامور حکمران گزرے ہیں جو علم پروری، علم دوستی اور علماء کی قدر کرنے میں اپنی مثال آپ تھے جنہوں نے کتب بینی اور کتب دوستی کا وافر ذوق پایا تھا مگر ان میں ایک برصغیر کے نامور نیک صفت بزرگ بادشاہ عالمگیر کسی تعارف کے محتاج نہیں فقہ حنفی کی خدمت میں ان کی خواہش اور زیر نگرانی فتاوی عالمگیری ایک عظیم کاوش ہے جس سے رہتی دنیا تک استفادہ کیا جاتا رہے گا۔

برصغیر کی ایک نامور شخصیت جس نے ہند کو انگریزوں کے تسلط سے آزاد کروانے کے لیے سرتوڑ کوشش کی اور آخری دم تک ان کے خلاف جہاد کرتا رہا سلطان ٹیپو شہید بھی علم دوستی میں کسی مسلم حکمران سے پیچھے نہیں تھے اگرچہ انہیں آرام وسکون سے طویل المدت حکمرانی کا موقع نہ ملا مگر افراتفری اور حالت جنگ کے ایام میں بھی اپنی علم دوستی کی مثالیں چھوڑیں ہیں

سلطان شہید کی علم دوستی اور علم پروری کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوگا کہ انہوں نے سرنگاپٹم میں جامع

الامور کے نام سے ایک یونیورسٹی قائم کی تھی جہاں دینی علوم کے ساتھ مروجہ دنیاوی علوم کی تعلیم بھی زور وشور سے دی جاتی تھی

سلطان کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ سلطان مصنف اور مصنفین کا قدردان تھافن طب، فن کتابت، انشاء اور دینی علوم میں استعداد وافر رکھتا تھا اس نے اپنی نگرانی میں 45 کتب لکھوائیں جوزیادہ تر آئین، قوانین اور سلطنت کے متعلق تھیں

سلطان ٹیپو شہید نے ایک لائبریری بھی قائم کی تھی جس میں عربی، فارسی اور اردو میں کم وبیش دو ہزار قلمی کتب کے نسخے موجود تھے سلطان جو کتاب مطالعہ کر لیتا اس پر اپنی مہر لگا دیتا تھا

جب سرنگاپٹم پر انگریزی تسلط قائم ہوا تو انہوں نے سلطان کا کتب خانہ برطانیہ منتقل کر دیا وہاں میجر سٹوارٹ نے اس میں موجود قلمی کتب کی ایک فہرست مرتب کر کے کیمبرج سے شائع کروائی جس میں بتایا گیا ہے کہ سلطان کا یہ کتب خانہ دراصل شاہان بیجاپور اور گوالکنڈہ کے کتب خانوں اور نواب نسیر الدولہ اور عبدالوہاب لائبریری کے آثار باقیہ پر مشتمل تھا جو کتابیں سلطان کے کتب خانہ میں آکر از سر نو مجلد ہوئیں ان پر اللہ، محمد، فاطمہ، حسن اور حسین کے نام کندہ ہیں اسی طرح خلفائے اربعہ کے نام جلد کے چاروں کونوں پر منقش ہیں اور بعض کتب ایسی بھی ہیں جن پر لفظ ٹیپو سلطان منقش ہے۔

سلطان ٹیپو کے کتب خانہ کی ترتیب وتہذیب کے لیے ایک مہتمم بھی مقرر کیا گیا تھا جو کتابوں کی دیکھ بال، اور ان کی جلد بندی وغیرہ کے امور سرانجام دیتا تھا۔

علامہ محمد علی نقشبندی اوران کی تصانیف

محقق اسلام علامہ محمد علی نقش بندی کی ولادت موضع حاجی محمد، مضافات شہرلالہ موسی، ضلع گجرات میں 1933ء میں ہوئی

آپ حافظ، محقق، محدث، مدرس، مصنف، متقی، عابدوزاہداور سچے عاشق رسول ﷺ تھے تدریس کا ذوق آپ کی عادت ثانیہ تھی

آپ نے جن نامور اساتذہ سے اکتساب فیض کیا ان کے اسماء درج ذیل ہیں

1-محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ سرداراحمد چشتی

2-شارح بخاری علامہ غلام رسول رضوی

3-خلیفہ اعلی حضرت مفتی غلام جان ہزاری

4-استاذ المحدثین سید ابوالبرکات احمد شاہ قادری

5-علامہ مہرالدین صاحب

آپ کا حصول علم دین کا ذوق اعلی درجہ کا تھا مطالعہ کی مصروفیت میں کئی مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ انہیں بالکل خبر نہ ہوتی عشاء کی اذان ہورہی ہے یا فجر کی، علامہ غلام رسول رضوی فرماتے ہیں کہ محمد علی نے مجھ سے علم پڑھا بھی ہے اور مجھ سے علم چھینا بھی ہے

آپ کو بیعت کی سعادت حضرت پیر سید نورالحسن کیلیانوالہ اوراجازت وخلافت قطب مدینہ مولانا

ضیائالدین مدنی وابوالبرکات سیداحمدشاہ قادری سے حاصل تھی

1963ء میں آپ نیبلال گنج لاہورمیں جامعہ رسولیہ شیرازیہ کی بنیادرکھی جہاں تادم آخرتدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے-

ردشیعہ۔۔

۔ردشیعہ میں آپ کی ذات مشہورتھی تدریس کے بعدیہی آپ کا خاص موضوع تھاعظمت اہل بیت وصحابہ کرام علیھم الرضوان کے تحفظ کے لیےآپ نےشیعوں سے متعددمناظرے کرکےانہیں شکست فاش دی،تقریرمیں ان کی خوب دھلائی کرتے اوران کے ردمیں کئی ضخیم کتب لکھیں،آپ کی لائبریری رافضیت کی کتب سے بھری پڑی ہے

آپ کی اولادمیں علامہ قاری محمدطیب نقش بندی صاحب نمایاں ہیں جوکہ اسعاف الحاجہ فی شرح سنن ابن ماجہ،شرح سنن ابوداؤد،شرح معجم الصغیرللطبرانی اورتفسیر برھان القرآن جیسی کتب لکھ کراہلسنت کےتحریری سرمایہ میں اضافہ کرچکے ہیں

تصانیف

علامہ محمدعلی نقش بندی نے چھوٹی بڑی کل دس کتب لکھی ہیں جن میں شرح موطاامام محمد 3 مجلدات،دشمنان امیرمعاویہ کاعلمی محاسبہ 2 مجلدات،تحفہ جعفریہ 5 مجلدات،عقائدجعفریہ 4 مجلدات اورفقہ جعفریہ 4 مجلدات شامل ہیں

علامہ محمدعلی نقش بندی کی موخرالذکر 3 کتب کامختصرتعارف پیش خدمت ہے

تحفہ # جعفریہ 5 مجلدات

اس کتاب میں آپ نے درج ذیل موضوعات کوشامل کیاہے

شیعہ مذہب کیسے وجود میں آیا؟ مسئلہ خلافت وامامت، حضرت علی کی خلافت بلافصل پر اہل تشیع کے دلائل کے جوابات، خلفاء راشدین کی خلافت کی صداقت پر دلائل، حضرت امیر معاویہ کے فضائل، باغ فدک کی تحقیقی بحث، جنگ جمل کا تاریخی پس منظر

#عقائد جعفریہ 4 مجلدات

یہ کتاب درج ذیل موضوعات پر شامل ہے

اللہ رب العزت کی شان میں اہل تشیع کی گستاخیاں، انبیاء کرام کی شان میں اہل تشیع کی گستاخیاں، امہات المومنین اور خلفاء راشدین کی شان میں اہل تشیع کی گستاخیاں، حضرت علی، سیدہ فاطمہ اور حسنین کریمین کی شان میں اہل تشیع کی گستاخیاں، امام حسن کو زخمی کرنے والے شیعہ تھے، قتل امام حسین کے ذمہ دار شیعہ تھے، تقیہ سے متعلق اہل تشیع کے دلائل کے جوابات، بحث جنازہ رسول ﷺ، مناقب اہل بیت کرام از کتب اہل سنت-

فقہ جعفریہ

اس کتاب کے اہم موضوعات درج ذیل ہیں

فقہ جعفریہ کے بے اصل ہونے پر دلائل، فقہ جعفریہ میں متہ کے مسائل پر تفصیلی بحث، ماتم کی بحث

نوٹ- علامہ محمد علی نقش بندی نے اپنی کتب میں درج بالا موضوعات پر سیر حاصل بحث کی ہے اور شیعہ مسلک کی مستند کتب کیہی حوالا جات دیئے ہیں- رافضیت جس تیزی سے ہمارے ملک میں پھیل رہی ہے اس کے پیش نظر آپ کی کتب کو اب مطالعہ میں رکھنا ایسے ہی ضروری ہے جیسے کبھی جا ئالحق اور اس طرح کی دیگر کتب ہوتی تھیں

ان مذکورہ کتب کے علاوہ آپ کی ایک کتاب، میزان الکتب، بھی ہے جس میں آپ نے ان کتب کی

نشاندہی کی ہے جن کے لکھنے والے شیعہ تھے اور وہ خود کو سنی ظاہر کر کے لوگوں کو دھوکا دیتے رہے ان مشہور کتب میں ینابیع المودہ، فرائط سمطین ، ارجح المطالب، تذکرۃ الخواص، فضائل الطالبین، شرح نہجہ البلاغہ لابن ابی الحدید، روضۃ الصفا حبیب الیسر، ، تاریخ یعقوبی، الملل والنحل عقد الفرید، مروج الذہب، روضۃ الاحباب، کفایۃ الطالب وغیرہ

وفات علامہ محمد علی نقش بندی کی تاریخ وفات 28 صفر المظفر 1418ھ-- 14 جولائی 1996ء ہیاور تدفین میانی قبرستان لاہور میں ہوئی۔

فاتح عیسائیت پیر ابوالنصر منظور احمد شاہ

آپ کی ولادت باسعادت 24 رجب المرجب 1350 ہجری بمطابق 15 دسمبر 1930ء کو پیر شاہ چراغ کے گھر موضع پیر بخش چوہان نزد جلال آباد فیروز پور انڈیا میں ہوئی

سلسلہ نسب شہید کربلا امام مسلم بن عقیل سے جاملتا ہے والد صاحب نہایت دین دار اور عالم باعمل تھے مولانا جامی کے سینکڑوں فارسی اشعار اور اکثر کتب متون وحواشی زبانی یاد تھیں شرح جامی پڑھانے میں خاص درک حاسل تھا

پیر چراغ کے ہاں دو بیٹیاں تھیں اور بیٹا نہ تھا ایک رات خواب میں حضور غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلانی تشریف لائے بیٹے کی بشارت دی اور نام منظور احمد تجویز کیا

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی پھر مختلف علماء سے اکتساب فیض کیا آپ کے مشہور اساتذہ کے نام یہ ہیں

والد ماجد پیر چراغ شاہ

فقہیہ اعظم ابوالخیر محمد نوراللہ نعیمی

غزالی زماں علامہ سید احمد سیعد کاظمی

فراغت کے بعد اپنے اساتذہ محترم نوراللہ نعیمی صاحب کے حکم پر ساہیوال تشریف لائے جہاں سے اپنی علمی وتبلیغی سرگرمیوں کا آغاز کیا یہاں آپ نے جامعہ فریدیہ کی بنیاد رکھی یہ چھوٹا سا مدرسہ آج ایک یونیورسٹی کی

حثیت اختیار کر چکا ہے جہاں سے ہزاروں علماء کرام فارغ ہو کر ملک و بیرون ملک دین متین کی خدمت کر رہے ہیں

1953 اور 1974 کی تحریک ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا پنجاب بھر کے دورے کر کے مسلمانوں کو قادیانیوں کے عقائد اوران کے ناپاک مقاصد سے آگاہ کرتے رہے 1953 کے دوران تو 9 ماہ تک جیل بھی کاٹی مگر دیگر علماء کی طرح اپنے موقف سے پیچھے نہ ہٹے۔

14 جون 1970 کو علماء اہلسنت نے آل پاکستان سنی کانفرنس کا اہتمام کیا جس میں ہزاروں علماء ومشائخ کے علاوہ لاکھوں عوام اہلسنت نے شرکت کی آپ اس کانفرنس میں اپنے شیخ طریقت میاں علی محمد کا پیغام لے کر بطور نائب شریک ہوئے۔

25 مارچ 1979ء کو مصطفیٰ آباد (رائے ونڈ) میں منعقد تاریخ ساز کل پاکستان میلاد مصطفیٰ کانفرنس میں شریک ہوئے اوراس کی ابتدائی نشست میں افتتاحی خطاب کیا۔

سیاسی لحاظ سے آپ علامہ الشاہ احمد نورانی کے ساتھ تھے اور ملک میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لیے ان کے ساتھ مل کر بھرپور جدوجہد کرتے رہے۔

علمی لحاظ سے آپ کی بڑی وجہ شہرت ردعیسائیت ہے ملک و بیرون ملک آپ نے نامور عیسائی پادریوں سے علمی مناظرے کر کے انہیں شکست فاش دی پانچ ہزار سے زائد عیسائیوں نے آپ کے دست اقدس پر اسلام قبول کیا

علامہ الشاہ احمد نورانی، علامہ عبدالستار نیازی مفتی وقارالدین قادری اور ملک کے دیگر جید علماء کرام آپ پر اعتماد کرتے اور جب کبھی ساہیوال آتے تو آپ کے مدرسہ کو ہی اپنی مصروفیات کے لیے منتخب کرتے۔

آپ کو بیعت وخلافت کی سعادت میاں علی محمد خان سجادہ نشین بسی شریف سے تھی اور بابا فریدالدین گنج شکر

سے خصوصی محبت تھی اسی بناء پر آپ اپنے مریدین کو اپنے نام کے ساتھ فریدی نسبت رکھنے کا حکم فرماتے۔(میاں علی محمد خان کے متعلق علامہ عبدالحکیم شرف قادری اپنی کتاب تذکرہ اکابر اہلسنت میں لکھتے ہیں کہ میاں صاحب موجودہ دور میں سلسلہ عالیہ چشتیہ کے سب سے معمر بزرگ تھے علم وفضل، جودوسخا، زہدوتقوی، اتباۓ شریعت اور استقامت میں نادر روزگار تھے ان کا مزار احاطہ بابا فرید الدین گنج شکر میں ہے الحمد اللہ راقم کو کئی بار مزار پر حاضری کی سعادت حاصل ہو چکی ہے)

پیر ابوالنصر منظور احمد شاہ صاحب کی رگ رگ میں عشق رسول ﷺ بھرا ہوا تھا اگر آپ کو جامی دوراں کہا جائے تو غلط نہ ہوگا نعت شریف سنتے تو عجیب کیفیت ہوتی اور آنکھوں سے آنسو موتیوں کی طرح بہنا شروع ہو جاتے۔

آپ صلہ رحمی، توکل، زہدوتقوی عبادت وریاضت اور بہت ساری خصوصیات کے جامع تھے پچپن سے زائد بار حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی چہرہ ایسا نورانی کے دیکھانے والے یاد خدا میں ڈوب جاتے۔

میری نسبت طریقت انہی سے ہے جب بھی ان کی بارگاہ میں حاضر ہوتا خصوصی شفقت اور دعاوں سے نوازتے ان کی خدمت میں گزارے ہوئے بہت سے لمحات میں سے میں صرف دو کا ذکر کرنا چاہوں گا۔

ایک مرتبہ بندہ نے پیر صاحب سے تصوف کے مسائل پر تبادلہ خیال کیا اور اپنی قلبی کیفیات کا ذکر کیا جسے سننے کے بعد کچھ دیر کے لیے مراقبے میں چلے گے اور پھر سر اٹھا کر مجھے اپنے قریب بلایا اور ماتھے کو دو دفعہ بوسہ دیتے ہوۓ فرمانے لگے میری خصوصی دعائیں تمعارے ساتھ ہیں جب بعد میں میں نے اجازت طلب کی تو دوبارہ پھر میرے ماتھے کو چوما اور دعاؤں سے نوازتے ہوۓ الوداع کیا،

اسی طرح ایک مرتبہ نماز جمعہ کے بعد جب زائرین ملاقات کر کے چلے گے اور اس دوران صرف میں اکیلا ہی ان کے پاس موجود تھا میں نے اپنا ایک خواب سنا کر اس کی تعبیر پوچھنی چاہیی (یہ خواب میری زندگی کا

سب سے اچھا خواب ہے) تو آپ خواب سننے کے بعد کچھ کہے بغیر قیلولہ کے لیے لیٹ گے کم وبیش پندرہ منٹ کے آرام کے بعد مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے (میں اس دوران وہیں بیٹھا پیر صاحب کو دبا رہا تھا) اور میرے چہرے پر ہاتھ پھرتے ہوئے ارشاد فرمانے لگے بہت پیارا خواب ہے بہت پیارا ہے بہت ہی پیارا ہے، مگر اس کی تعبیر واضح نہ بتائی اور میں ان کی ہیبت کی وجہ سے مزید لب کشائی نہ کر سکا اس واقعہ کے متعلق جب سوچتا ہوں تو قلب میں ایک اطمینان سے محسوس ہوتا ہے کہ وقت آنے پر اس خواب کی تعبیر انشاءاللہ ضرور ظاہر ہوگی۔

آپ نے ایک سو سے زائد کتب تالیف کی جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں

تفسیر نور القرآن،

جلوہ جاناں (سیرت رسول ﷺ) چار ضخیم جلدیں،

مدینۃ الرسول، تاریخ مدینہ پر 1985 کی بین الاقوامی سیرت ایوارڈ یافتہ کتاب، اس کے مطالعہ کے بعد قاری کا فورا مدینہ جانے کو دل کرتا ہے

بلد الامین، تاریخ مکہ

علم القرآن،

اسلام اور تصوف،

سود اور اسلام،

لا تثلیث فی التوحید

آپ کی تاریخ وفات 23 ذوالحجۃ الحرام 1440ھ 25 اگست 2019 ہے۔

شیخ القرآن علامہ علی احمد سندیلوی

خط پاکستان میں جو عظیم ہستیاں جلوہ افروز ہوئیں اور خدمات دین میں زندگیاں صرف کر کے اس دار فانی سے عالم بقاء میں جا بسیں ان میں سے ایک شیخ القرآن، بقیۃ السلف علامہ علی احمد سندیلوی بھی ہیں
شیخ القرآن ڈاکٹر علامہ علی احمد سندیلوی بن میاں شرف الدین کی ولادت ۱۹۴۴ء کو گاؤں باسکندر، تحصیل بسی، ریاست پٹیالہ، مضافات سرہند شریف میں ہوئی، تقسیم ہند کے وقت ہجرت کر کے پاکستان تشریف لے آئے۔

آپ عالم، فاضل، مفسر، مدرس، مفتی، مصنف، شیخ القرآن والحدیث تھے عاجزی کے پیکر اور نیک خصلت بزرگ تھے علمائے ربانیین کے تمام اوصاف آپ میں موجود تھے، آپ کی عاجزی آپ کے علم پر اور آپ کا علم آپ کی عاجزی پر غالب تھا۔

آپ کی شخصیت اس قابل ہے کہ اس پر P.H.D سطح کا تحقیقی مقالہ لکھا جائے۔

علامہ علی احمد سندیلوی نے جن نامور اساتذہ سے اکتساب فیض کیا ان میں سے بعض کے اسماء درج ذیل ہیں

ملک المدرسین علامہ عطا محمد بندیالوی

تاج الفقہاء علامہ عبدالحق بندیالوی

حضرت مولانا مفتی نواب الدین

حضرت علامہ محمد نصر اللہ خان افغانی

حضرت مولانا اللہ بخش وان بھچراں

مفتی اعظم علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری

مولانا ابوالبیان محمد احسان الحق رضوی

محدث اعظم مولانا سردار احمد چشتی

آپ نے شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی سے دور تفسیر القرآن کیا اور ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی کے زیر نگرانی P.H.D مقالہ لکھ کر ڈاکٹریت کی ڈگری حاصل کی۔

فراغت کے بعد ملک کے نامور مدارس میں منصب تدریس پر فائز رہے جن میں

دارالعلوم نعمانیہ

دارالعلوم حزب الاحناف

جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

اور جامعہ ہجویریہ داتا دربار لاہور سرفہرست ہیں

جبکہ جامعہ نظامیہ لاہور میں منصب افتاء کی ذمہ داریاں بھی نبھاتے رہے۔

محدثین کرام نے صرف ایک ایک حدیث سننے کے لیے کئی کئی میل لمبا سفر طے کیا ہے حدیث سنی اور واپس اپنے مقام پر تشریف لے آئے، علامہ علی احمد سندیلوی کو بھی علم حدیث سے بڑی محبت تھی چنانچہ آپ نے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حدیث یوم عاشورہ سننے کے لیے بروز یوم عاشورہ لاہور سے پشاور کا سفر کیا اور شیخ المشائخ مولانا سید امیر شاہ گیلانی پشاوری کے حلقہ درس حدیث میں شامل ہوئے، حدیث شریف سنی، اجازت حاصل کی اور انہی قدموں پر واپس تشریف لے آئے اور اس نعمت عظمیٰ کو عام کرنے کے لیے

آپ نے ۱۰ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ کو مسجد اکھاڑے والی نزد پیر مکی دربار لاہور میں مجلس درس حدیث کا اہتمام کیا۔ آپ فرماتے تھے مشائخ عظام نے جو امانت مجھے عنایت فرمائی اس کو مستحقین تک پہنچانے کے لیے تقریب کا اہتمام کیا ہے تاکہ وہ اس نعمت عظمی کی سعادت سے محروم نہ رہیں، آپ نے اس درس حدیث میں درجہ اولی سے آخر تک سب کو شامل ہونے کی اجازت عطا کی تھی افسوس کہ اس وقت ہمیں اس مجلس اجازت حدیث یوم عاشورہ کا علم نہ ہوا ورنہ اس نعمت سے محروم نہ رہتے۔

جب علامہ علی احمد سندیلوی، بقیۃ السلف علامہ عبدالحکیم شرف قادری کے ساتھ زیارت حرمین شریفین کے لیے تشریف لے گئے تو وہاں کی علمی شخصیات سے نا صرف اجازت احادیث و اوراد و وظائف حاصل کیے بلکہ وہاں کے مشاہیر کو اپنی اجازات سے بھی نوازہ۔

علامہ علی احمد سندیلوی کی چھوٹی بڑی کتب و رسائل اور مقالات کی فہرست طویل ہے جو قرآن، حدیث، فقہ، عقائد، اخلاقیات، سیرت و تذکارو غیرہ پر مشتمل ہیں اور ان میں اکثر غیر مطبوعہ ہیں آپ کے تلامذہ، متوسلین اور محبین پر لازم ہے کہ ان کی نشر و اشاعت کا اہتمام کریں۔

کسی علمی شخصیت کے دنیا سے جانے کے بعد ان سے محبت کا اولین تقاضہ یہی ہے کہ اس کے آثار علمیہ کو طباعت کے مراحل سے گزار کر منظر عام پر لایا جائے۔

مفتی محمد عبداللہ قصوری کے بعض احوال

راقم الحروف کے آبائی گاؤں میں مفتی محمد عبداللہ قصوری کے ابتدائی تلامذہ میں سے ایک شاگرد مولانا محمد عالمگیر کا قیام کم وبیش دس سال رہا اور انتقال کے بعد اسی گاؤں کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔موصوف انتہائی نیک خصلت،خوبصورت، بارعب اور نورانی چہرے والے بزرگ تھے یہ اپنے استاد مفتی محمد عبداللہ قصوری سے بڑی محبت کرتے اور اکثر ان کا ذکر کرتے رہتے میں نے ان کی زبانی مفتی صاحب کے جو احوال سنے۔ان میں سے بعض درج ذیل ہیں۔

مفتی محمد عبداللہ قصوری فربہ جسم اور بارعب شخصیت کے مالک تھے عمامہ بہت بڑا باندھتے تھے لباس عمدہ اور بیش قیمت ہوتا۔قمیض کے بٹنوں کے درمیان سونے کی زنجیر لگواتے اور فرماتے مرد کو سونا پہننے کی ممانعت عورتوں کی طرح بطور زیورات پہننے پر ہے اِس طرح قمیض پر سونا لگوانا اُس پہننے کے زمرہ میں نہیں آتا۔

دنیاداروں کو خاطر میں نہ لاتے اور بازار میں سینہ تان کر چلتے،طلباء سے بڑی محبت کرتے ان کی ضرورتوں کا خیال رکھتے اور ان کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دیتے۔دورہ حدیث شریف کے طلباء کے لیے علیحدہ سے بہترین کھانا بنواتے اور فرماتے یہ رسول اللہ ﷺ کے مہمان ہیں اگر کسی طالب علم کا باپ اس سے ملنے آتا تو اسے بڑی محبت اور عزت سے نوازتے۔

پورے شہر میں آپ کا فتوی چلتا تھا کسی کی مجال نہیں تھی کہ آپ کے دیے ہوئے فتوی کے سامنے کوئی چوں و چرا بھی کرے۔ایک مرتبہ ایک شخص کو اپنے کسی عدالتی کیس میں شرعی رہنمائی کی ضرورت پڑی تو وہ آپ سے

فتوی لے گیا۔ جج نے فتوی پر اپنے تحفظات کا اظہار کیا اور آپ کو عدالت میں حاضر ہونے کی درخواست کی آپ مقررہ تاریخ پر عدالت تشریف لے گے جج نے دور سے فتوی دیکھاتے ہوے کہا یہ فتوی آپ نے لکھا ہے؟ آپ نے فتوی منگوا کر اسے اچھے طریقے سے ملاحظہ کرنے کے بعد گرج دار آواز میں فرمایاہاں میں نے لکھا تمعیں اس پر کیا اعتراض ہے؟ جج آپ کی شخصیت کے رعب کی تاب نہ لا سکا اور کہا جی مجھے کوئی اعتراض نہیں پھر فیصلہ اس مذکورہ شخص کے حق میں کر دیا۔

تصلب فی الدین والمسلک ان کی رگ رگ میں بسا ہوا تھا بد مذہبوں سے شدید نفرت کرتے تھے یہاں تک کہ اگر مدرسہ کا کوئی طالب علم کسی بد مذہب سے تعلق رکھتا یا مصافحہ ہی کرتا تو اسے یہ کہتے ہوئے مدرسہ سے نکال دیتے۔تو نے رسول اللہ ﷺ کے گستاخ سے تعلق رکھا ہے مصافحہ کیا ہے تمعارے لیے میرے مدرسہ میں کوئی جگہ نہیں چلے جاو یہاں سے۔

مولانا عالمگیر فرماتے ہیں ایک دفعہ ایک شخص آپ کے پاس آپ کی ڈائری سے تعویز نقل کرنے کے لیے آیا آپ نے اسے اپنی ڈائری دے دی وہ ڈائری لے کر باہر چلا گیا اتنے میں کسی نے بتایا کہ حضور یہ غیر مقلد وہابی ہے تو آپ نے مولانا عالمگیر کو فرمایا۔ بیٹا اس شخص کے پاس جاو اور میری ڈائری مانگ کر واپس نہ لینا بلکہ اس کے ہاتھ سے چھین کر لاو۔ مولانا فرماتے ہیں میں نے ایسا ہی کیا جس پر مذکورہ شخص کہنے لگا یہ کیا طریقہ ہے تو میں نے کہا مجھے نہیں معلوم۔ میں تو بس اتنا جانتا ہوں میرے استاد صاحب نے مجھے ایسا ہی کرنے کو کہا ہے سو میں نے کر دیا۔

اب تو نہ علماء میں ایسا تصلب دیکھنے کو ملتا ہے اور نہ طلباء کی اپنے اساتذہ سے ایسی محبت وعقیدت

ممتاز قادری تیری عظمت کو سلام

جس ملک کی اساس اسلام پہ رکھی گئی اور اس کے بانیان نے جہاں اسلام کو عملی جامہ پہنانے اور ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی قسم کھائی تھی اسی ملک کے اندر جب برسر اقتدار افراد نے قادیانیوں اور اپنے غیر ملکی آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے 295c کو ختم کرنے یا کم از کم اس میں ترمیم کرنے کا پروگرام بنایا اور آسیہ مسیح کی آڑ میں نا صرف اس کے خلاف باقاعدہ مہم شروع کی بلکہ اسے کالا قانون بھی کہا، منع کرنے پر علماء کی بھی توہین کی اور اپنے مشن کو جاری رکھنے کا عزم مصمم وقت کے پنجاب گورنر سلیمان تاثیر نے دہرایا تو اس وقت جس مرد مومن نے گورنر کو واصل جہنم کیا اسے ممتاز قادری کہتے ہیں، ممتاز قادری کے اس مجاہدانہ قدم کو دنیا صدیوں تک یاد رکھے گی اور ہماری نسلیں بھی انہیں سلام پیش کرتی رہیں گی، ممتاز قادری کے اس عمل کا ایک فائدہ یہ ہوا اب انشائاللہ کئی دہائیوں تک توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کرنے والی زبانیں جبڑوں کے اندر چھپی رہیں گی اور 295c کو ہاتھ ڈالنے والوں کی ٹانگیں کانپتی رہیں گی، ممتاز تو اپنی جان سرکار کے نام پر قربان کر کے اپنا نام ممتاز کر گیا مگر وہ لوگ روز محشر بارگاہ خداوندی میں جواب دیں گے جنہوں نے انہیں پھانسی دی اور ممتاز قادری کی پھانسی کی حمایت پر لمبی چوڑی تقریریں کی۔

اور ان لوگوں نے جو ممتاز قادری کی پھانسی کے جواز پر قانون ہاتھ میں لینے والی بات کی ہے تو اس پر کہنے والے نے درست ہی کہا ہے کہ چلو مانا کہ قانون ھاتھ میں لینا جائز نہیں تو جب قانون نافذ کرنے والے ہی قانون ہاتھ میں لیں تو پھر عام شہری کیا کرے؟

اور ہمارے نزدیک یہ قانون ہاتھ میں لینے والی اصطلاح کسی بدعت سیئہ سے کم نہیں تاریخ اسلام میں ایسے بہت سے واقعات ہوئے ہیں کہ جب کسی شاتم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی عاشق رسول نے جہنم واصل کیا تو اس وقت یہ قانون ہاتھ میں لنے والی اصطلاح کا بہانا بنا کر نہ تو اس سے قصاص کا مطالبہ کیا گیا اور نہ ہی دیت کا، خود سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں اس طرح کے واقعات رونما ہو چکے ہیں جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مواخذہ نہیں فرمایا اور مقتول کا خون رائیگاں قرار دیا۔۔

حضرت عمر فاروق کے زمانہ مبارک کا واقعہ بھی پیش نظر رہے جسے امام حاکم نے المستدرک میں اور شیخ ابن کثیر نے البدایہ والنھایہ میں لکھا کہ چند بچوں نے ایک عیسائی پادری کو اس وجہ سے مارا تھا کہ اس نے سرکار علیہ السلام کی شان میں گستاخی کی تھی جب اس پادری کی قبیلہ والوں نے بارگاہ فاروقی سے قصاص کا مطالبہ کیا تو آپ نے ماجرہ سننے کے بعد بچوں کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کی بلکہ آپ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا اور فرمایا، بچو تمعارے اس عمل سے اسلام غالب آ گیا ہے، اور بچوں کو سزا سے اس لیے مستثنی نہیں کیا کہ وہ نابالغ تھے بلکہ اس لیے کا شاتم کی سزا ہی یہ ہے اور ذمیوں کو مسلمانوں نے اس وجہ سے امان نہیں دی تھی کہ وہ ہمارے نبی کی شان میں گستاخی کریں یا پھر ہمارے دینی معمالات میں دخل اندازی کریں، اس طرح کا ایک واقعہ امام ابن حجر مکی شافعی نے بھی الزواجر میں نقل کیا ہے کہ حضرت خالد بن ولید کسی کے ساتھ محو گفتگو تھے دوران گفتگو اس شخص نے حقیرانہ انداز میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو تمعارے صاحب کہہ کر پکارا، تو اس کے اس حقیرانہ انداز پر بغیر کوئی بات کیے آپ نے اس کا سر تلوار کے وار سے جدا کر دیا۔

اس وقت بھی کسی نے یہ نہیں کہا تھا کہ حضرت خالد بن ولید نے قانون ہاتھ میں لیا ہے۔

علماء ومشائخ کا سیاست میں حصہ

(اس مقالہ کا مقصد یہ واضح کرنا تھا کہ علماء ومشائخ کی سیاست میں شمولیت کے بغیر مسلمان، دینی، ملی اور معاشی ہر لحاظ سے نقصان میں ہوتے ہیں علماء ومشائخ نے جب بھی میدان سیاست میں قدم رکھا تو مسلمانوں کا بھلا ہی ہوا ہے نیز ان لوگوں کی غلطی فہمی دور کرنا بھی تھا جو کہتے ہیں کہ اہل علم کا سیاست میں کیا کام، جبکہ ہر دور کے اہل علم ومشائخ نے حالات وضرورتوں کے مطابق میدان سیاست میں نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں لیکن دیگر بہت سے مشاغل کی بناء پر میں یہ مقالہ مکمل نہ کر سکا صرف چند صفحات ہی لکھ پایا تھا جو کہ پیش خدمت ہیں امید کرتا ہوں کہ سطروں کو پڑھنے کے بعد کوئی صاحب ہمت اس طرف توجہ دے کر موضوع کا حق ادا کرے گا۔)

پاک وہند کے اندر جن بزرگوں کی شب وروز کاوشوں سے اسلام کا نور پھیلا ان میں شیخ سید علی ہجویری المعروف داتا صاحب، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، حضرت بابا فریدالدین گنج شکر، حضرت سید عثمان المعروف لعل شہباز قلندر، حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی اور شیخ نظام الدین اولیاء رحمھم اللہ تعالیٰ علیہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں ان مذکورہ بالا تمام بزرگوں نے خود کو امور سلطنت اور سیاسی کاموں سے دور رکھ کر خالص دینی وتبلیغی خدمات سرانجام دی ہیں سوائے شیخ بہاوالدین زکریا ملتانی کے، آپ کی خانقاہ میں جہاں ایک طرف لوگوں کی روحانی تربیت کی جاتی تھی تو دوسری طرف سیاسی مسائل پر بھی غور کیا جاتا ہے یعنی آپ کی خانقاہ سیاسی مرکز کے طور پر بھی کام کرتی تھی۔

(تصوف اور صوفیاء کی تاریخ، صفحہ ٦٦)

سلطان محمد بن تغلق سے حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی کا اچھا تعلق تھا آپ مرکزی اور علاقائی سیاسی

معاملات میں خوب حصہ لیتے تھے۔

(ایضا،صفحہ۷۳)

مولانا شمس الدین خوارزمی، مولانا شمس الدین پانی پتی، شیخ حسن سنجری اور شیخ شمس دبیر جیسے صوفیاء نے بھی خدمات دین کے ساتھ میدان سیاست میں قدم رکھا اور سلطان غیاث الدین بلبن کی سلطنت سے وابستہ ہو کر ملکی وملی مسائل کو حل کرنے کے لیے کام کرتے رہے۔

(ایضا،صفحہ۸۱)

اکابرین چشت کا یہ معمول تھا کہ وہ سلطنت وسیاست سے کسی طرح کی کوئی دلچسپی نہیں رکھتے تھے یہاں تک کہ شیخ نظام الدین اولیاء کی بارگاہ سے خلافت اسی کو ملتی تھی جو سیاست سے دور رہنے کا عہد کرتا تھا مگر بعد کے کئی بزرگوں نے سیاسی دلچسپی کو ظاہر کیا اور امور سلطنت میں مشغول ہو گے۔ان میں بابا فرید الدین گنج شکر کی اولاد اور شیخ نظام الدین اولیاء کے مریدین بھی تھے جن میں خواجہ کریم الدین سمرقندی، سید قطب الدین حسین کرمانی، سید کمال الدین، شیخ مظہر الدین اور شیخ علیم الدین قابل ذکر ہیں۔

(ایضا،صفحہ۹۲)

بادشاہ اکبر نے جب دین الٰہی کی بنیاد رکھی تو شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی ان کے مقابل صف آراء ہوئے اور ایسا کارنامہ سرانجام دیا جس کو تا قیامت یاد رکھا جائے گا۔

اس کے بعد سلطان دین، ابوالمظفر محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر تشریف لائے، آپ اگرچہ خاندان مغل کے عظیم بادشاہ تھے مگر ساتھ صاحب علم بھی تھے وقت کے نامور علماء کرام کی زیر نگرانی آپ نے علوم اسلامیہ حاصل کیے، آپ نے اپنے زمانہ سلطنت میں شریعت اسلامیہ کو نافذ کرنے میں خوب حصہ لیا، آپ کے حکم سے فتاوی عالمگیری کی تدوین اس دور کی عظیم یادگار ہے، اس فتاوی کی تدوین میں کم وبیش پانچ سو

علماء نے حصہ لیا، اس کی تدوین وترتیب کے دوران آپ ہر روز مولانا نظام الدین سے اس کے ایک یا دو صفحات سنتے تھے۔

(انفاس العارفین، صفحہ ۷۵)

خلیفہ اعلیٰ حضرت حضرت ملک العلماء مولانا ظفرالدین بہاری نے انہیں بارہویں صدی ہجری کا مجدد قرار دیا ہے۔ (حیات اعلیٰ حضرت، صفحہ ٦٦٧)

بادشاہ اونگزیب عالمگیر کی وفات کے بعد ہی سے مغل حکومت کے زوال کا آغاز ہو چکا تھا مغل حکمرانوں کی آپس کی خانہ جنگی اور عیش وعشرت نے ان کی حکومت کو دن بدن کمزور سے کمزور تر کر دیا یہاں تک کہ مرہٹوں کا اس خطہ پر تسلط بڑھتا گیا اور ساتھ ہی ان کے مسلمانوں پر مظالم بھی عروج پر تھے ایسے میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی میدان سیاست میں آئے اور مسلمانوں کو مرہٹوں کے مظالم اور تسلط سے نجات دلانے کے لیے افغانستان کے حکمران احمد شاہ ابدالی اور روہیل کھنڈ کے والی نواب نجیب الدولہ سے مدد مانگی ان دونوں حکمرانوں نے ١٧٦١ء میں پانی پت کے تاریخی میدان میں مرہٹوں کو شکست فاش دے کر مسلمانوں کو کچھ عرصہ کے لیے غیر مسلموں کے تسلط سے آزاد کر دیا۔

آپ کے سیاسی مکتوبات پر مشتمل کتاب بنام شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات مرتبہ خلیق احمد نظامی شائع ہو چکی ہے۔

برصغیر میں جیسے جیسے مسلمانوں کی حکومت کمزور پڑتی جا رہی تھی ویسے ویسے انگریز جو تجارت کے بہانے یہاں آئے تھے سیاسی لحاظ سے اپنا اثر ورسوخ بڑھاتے جا رہے تھے یہاں تک کہ انھوں نے متحدہ ہند کے ایک بڑے علاقہ پر اپنی حکومت قائم کر لی جب علماء ومشائخ نے یہ صورت حال دیکھی تو مسلمانوں کو انگریزوں کے تسلط سے مکمل آزاد کرانے کے لیے ایک فیصلہ کن جنگ کرنے کا عزم کر لیا اور پھر ١٨٥٧ء کی

جنگ آزادی لڑی گئی مگر بدقسمتی سے اس میں کامیابی نہ ملی اور جنگ کے اختتام پر پورے ہند پر برطانیہ کا قبضہ ہوگیا، اس جنگ میں انگریزوں کے خلاف صف آراء ہونے میں علماء کرام کا بنیادی کردار تھا اسی بناء پر انگریزوں نے متحدہ ہند کے تقریباً بائیس ہزار علماء کو شہید کیا۔

(چند ممتاز علماء انقلاب، صفحہ ۱۸۵)

جن اکابرین نے اس موقع پر نمایاں خدمات سرانجام دیں وہ درج ذیل ہیں

مفتی صدرالدین آزردہ:

جب ۱۸۵۷ء کا معرکہ برپا ہوا تو آپ اس وقت ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کی طرف سے صدرالصدور کے عہدہ پر فائز تھے مگر غیرت ایمانی کی بناء پر آپ نے اس عہدہ کو چھوڑ کر مسلمانوں کا ساتھ دیا اور جنگ آزادی میں شریک ہوگئے انگریزوں کے خلاف جاری ہونے والے فتوی جہاد میں آپ کے بھی دستخط تھے۔

(چند ممتاز علماء انقلاب، صفحہ ۶۹ تا ۷۱)

علامہ فضل حق خیرآبادی:

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں آپ کا نام بہت نمایاں ہے اس تحریک کو سرگرم کرنے میں آپ نے بڑی دلچسپی کا مظاہرہ کیا، مجاہدین کے اندر جذبہ جہاد کی روح پھونکی، اپنی فہم وفراست کے ذریعے تحریک کو کافی حد تک کامیاب کیا اور بڑی استقامت سے انگریزوں کے خلاف لڑتے رہے، جنگ کے اختتام پر حکومت برطانیہ نے آپ کو گرفتار کر کے بغاوت کے الزام میں عمر قید کی سزا سنا کر جزیرہ انڈمان بھیج دیا جہاں آپ نے ۱۲صفر المظفر ۱۲۷۸ھ کو انتقال فرمایا۔

(ایضا، صفحہ ۸۴ تا ۷۰)

مولانا فیض احمد عثمانی:

آپ نے بھی جنگ آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور کئی معرکوں میں شرکت فرمائی، جنگ کے دوران ہی ایسے روپوش ہوئے کہ آپ کے بارے کسی کو کوئی سراغ نہ مل سکا۔

(ایضا، صفحہ ۹۱ تا ۸۵)

مولانا سید کفایت علی کافی مرادآبادی:

آپ انقلاب ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف سینہ سپر تھے اور مرادآباد میں چلنے والی تحریک حریت کے قائدین میں آپ پیش پیش تھے۔
جب مرادآباد میں انگریز حامی نواب رام پور کی بالا دستی قائم ہوئی تو مولانا کافی نے انگریزوں کے خلاف فتوائے جہاد جاری کیا اور اس کی نقلیں دوسرے مقامات پر بھجوائیں اور بعض جگہوں پر آپ خود تشریف لے گئے۔

(ایضا، صفحہ ۹۵)

مولانا سید احمد شاہ مدراسی:

دلاور جنگ مولانا سید احمد اللہ شاہ مدراسی انقلاب ۱۸۵۷ء کے سالار اعظم تھے تحریک کے لیے پورے ملک کو تیار کرنے میں آپ کا نام سرفہرست آتا ہے میلسن انگریز نے اپنی کتاب ''دی انڈین میونٹی'' جو اس نے جنگ کے تیس سال بعد پوری چھان بین کے بعد لکھی تھی میں لکھتا ہے'' میں سمجھتا ہوں کہ اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ یہی شخص بغاوت کی سازش کا دماغ اور دست و بازو تھا اپنے سفر کے دوران اسی نے وہ اسکیم تیار کی جو چپاتی اسکیم کہلاتی ہے۔

(ایضا، صفحہ ۱۱۹ تا ۱۰۳)

مفتی عنایت احمد کاکوروی:

انقلاب ۱۸۵۷ء کے قائدین میں مفتی صاحب کا بھی شمار ہوتا ہے اُس وقت آپ کا قیام بریلی میں تھا جب جنگ کا آغاز ہوا تو آپ بریلی اور رام پور میں سرگرم ہوگئے اور نواب خان بہادر

خان نبیرہ حافظ رحمت خان روہیلہ نے روہیل کھنڈ میں آزادی کا جو پرچم اٹھا رکھا تھا آپ اس کے مؤید و حامی اور شریک کار ہو گئے۔

بریلی شریف میں مجاہدین کی مالی امداد و تعاون پر مشتمل ایک فتوی جاری ہوا جس پر آپ کے بھی دستخط تھے اسی بناء پر جنگ کے اختتام پر انگریزوں نے آپ کو حبس دوام در جزیرہ انڈمان (کالا پانی) کی سزا دی۔

(ایضا، صفحہ ۱۲۷ تا ۱۲۰)

مولانا رحمت اللہ کیرانوی:

جب جنگ آزادی کا آغاز ہوا تو آپ بھی اس میں شامل ہو گئے اور کیرانہ میں مجاہدین کی تنظیم وتربیت کی ذمہ داری آپ پر ہی تھی ان دنوں نماز عصر کے بعد مجاہدین کی تنظیم وتربیت کے لیے کیرانہ کی جامع مسجد کی سیڑھیوں پر نقارہ کی آواز پر لوگوں کو جمع کیا جاتا تھا اور اعلان ہوتا تھا ''ملک خدا کا اور حکم مولوی رحمت اللہ کا'' اس کے بعد مجاہدین کو جنگ کے حوالہ سے ہدایات جاری کی جاتیں۔

(ایضا، صفحہ ۱۳۴)

مولانا ڈاکٹر وزیر علی خان اکبر آبادی:

ڈاکٹر وزیر علی خان نے بھی انقلاب ۱۸۵۷ء میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا آپ کے اندر انگریزوں کے خلاف صف آراء ہونے اور جہاد و حریت کا جوش وجذبہ حضرت مولانا سید احمد اللہ شاہ مدراسی کی صحبت سے حاصل ہوا، سید صاحب نے آگرہ میں جو مجلس علماء بنائی اس کے آپ ممبر تھے، آگرہ میں جو فوج فدائیوں کی آئی اس کی سرپرستی آپ ہی نے کی تھی۔

(ایضا، صفحہ ۱۵۰ تا ۱۴۵)

مولانا امام بخش صہبائی دہلوی:

مولانا امام بخش صہبائی انگریز مخالف ذہن اور مجاہدین کے ساتھ ہمدردی

رکھتے تھے قلعہ معلیٰ کی مجلس شوریٰ اور بعض مشوروں اور سرگرمیوں میں شریک ہوکر انگریزی اقتدار کے خاتمہ کے آرزومند اور کوشاں بھی تھے۔

(ایضا،صفحہ۱۵۳)

مولانا وہاج الدین مرادآبادی:

جنگ آزادی میں قائد کی حیثیت سے انتہائی سرگرمی سے کام کیا اور متعلقہ اسکیم کے تحت پارٹیاں قائم کرنے کے لیے پوشیدہ طور پر بذات خود نمائندوں کے ذریعہ سربرآوردہ لوگوں کو حصول آزادی کی اس تحریک میں شرکت کی دعوت دیتے رہے چند رؤسا ان کو اس کارنیک میں پیش پیش دیکھ کر ساتھ ہوگئے اور اس طرح ایک بڑی جماعت وجود میں آگئی۔

(ایضا،صفحہ۱۵۶)

مولانا رضا علی خان بریلوی:

آپ کو ملک میں انگریزی اقتدار سے سخت نفرت تھی تاحیات انگریزوں کی مخالفت کی، فرنگی اقتدار کے خلاف آپ نے بریلی میں مورچہ سنبھال رکھا تھا لارڈ ہیٹنگ اور جنرل ہنڈسن آپ کی گرفتاری اور قتل کے درپے رہتے تھے چنانچہ جنرل ہنڈسن جیسے برطانوی جنرل نے آپ کا سر قلم کرنے کا انعام پانچ سو روپے مقرر کر رکھا تھا مگر اپنے مقصد میں وہ ناکام رہا جب آپ نے جنگ میں برطانوی حکام کے خلاف حصہ لیا تو انگریزوں نے آپ کے احاطہ میں نقب زنی کر کے پچیس گھوڑے چوری کر لیے کیونکہ آپ اپنے تمام گھوڑے مجاہدین آزادی کو انگریزوں کی پناہ گاہ پر شب خون مارنے کے لیے مفت دیا کرتے تھے۔

(ایضا،صفحہ۱۶۸)

انگریزوں کے خلاف جاری ہونے والے علمائے اہلسنت کا فتویٰ جہاد کی آپ نے بھرپور حمایت کی اور

انگریزی اقتدار کا تختہ پلٹنے کے لیے نمایاں کردار ادا کیا۔

(ایضا،صفحہ ۱۷۱)

انقلاب ۱۸۵۷ء میں اہم کردار ادا کرنے والے علماء وقائدین کے اپنے جذبات وخیالات کے علاوہ ماضی کے جن مشاہیر علماء مشائخ کی ہدایات وملفوظات ومکتوبات وغیرہ کے ذریعہ ان حضرات کی ذہن سازی ہوئی اور انہیں فکری ونظریاتی غذا اور تحریک ملی ان میں مندرجہ ذیل حضرات کے نام خصوصیت سے نمایاں اور تاریخی اہمیت کے حامل ہیں۔

۱۔حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

۲۔حضرت مرزا مظہر جان جاناں مجددی

۳۔حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

۴۔حضرت قاضی ثناء اللہ مجددی پانی پتی

۵۔حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی

۶۔حضرت مفتی محمد عوض عثمانی بدایونی ثم بریلوی

۷۔حضرت مفتی شریف الدین رام پوری

۱۸۵۷ء کے اختتام پر انگریز پورے ہند پر قابض ہو گیا اور مسلسل کئی دہائیوں تک بغیر کسی رکاوٹ کے برسر اقتدار رہا اس دوران ہندوؤں نے موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور انگریز کے بہت قریب ہو گیا اور اپنے آپ کو انگریزی تہذیب میں رنگ لیا جس کی وجہ سے انگریز نے بھی ان پر نوازشات کی موسلا دھار بارش کر دی مگر دوسری طرف مسلمانوں کی حالت دن بدن کمزور سے کمزور ہوتی چلی جا رہی تھی اور انگریز کو بھی مسلمانوں سے کوئی ہمدردی نہ تھی بلکہ اس کے اندر مسلمانوں کے لیے شدید دشمنی چھپی ہوئی تھی اس کی تین بنیادی وجوہات تھیں

اول۔ یہ کہ اس نے حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی اور اسے بڑا خطرہ بھی مسلمانوں سے ہی تھا۔

دوم۔انقلاب ۱۸۵۷ء میں اور اس سے قبل ٹیپو سلطان کے دور حیات میں مسلمان ہی اس کے مقابلے میں کھل کر سامنے آئے اور اس کے غاصبانہ وظالمانہ طرز حکومت سے برصغیر کے لوگوں کو نجات دلانے کے لیے بھرپور جدوجہد کی۔

سوم۔ برصغیر میں انگریزی اقتدار قائم ہونے کے بعد بھی مسلمانوں نے ذہنی طور پر اسے قبول نہ کیا اور اپنے دینی وملی تشخص کو برقرار رکھنے کی حتی الامکان کوشش کی۔

انہیں وجوہات کی بناء پر انگریز نے مسلمانوں کو اپنی تہذیب میں رنگنے کی سرتوڑ کوشش کی اور اس کے لیے ہر ممکن حربہ استعمال کیا یہاں تک کہ برطانیہ سے بڑی تعداد میں عیسائی پادری بلائے تا کہ وہ اسلام پر اعتراضات کر کے مسلمانوں کو اسلام سے برگزشتہ کریں اور ساتھ ہی انہیں عیسائیت کی تبلیغ کریں، دوسری طرف معاشی لحاظ سے بھی انہیں کمزور کردیا۔مسلمانوں کی اس کس مپرسی کی حالت کا رونا مشہور انگریزی مصنف ww.Hunter نے بھی اپنی کتاب Our indian muslims میں رویا ہے چنانچہ لکھتا ہے

''اگر یہی صورت حال برقرار رہی تو ہندوستان میں مسلمان یا تو منڈیوں کے اندر پلے دار اور مزدور رہ جائیں گئے یا سرکاری دفتروں میں ہوں گئے بھی تو محض چپڑاسی یا زیادہ سے زیادہ دفتری، اس کے علاوہ برٹش انڈیا میں ان کوئی اسٹیٹس نہ ہوگا''۔

(ماہنامہ نور الحبیب، جلد ۲۶، شمارہ ۸، صفحہ ۵۱)

مخطوطات اور قلمی کتب بھی توجہ کی مستحق ہیں

علماءعرب کا یہ امتیازی وصف ہے کہ وہ جہاں مستقل تصنیف وتالیف کا ذوق رکھتے ہیں وہیں مخطوطات اور قلمی کتب کو بھی تحقیق وتدوین کے مراحل سے گزار کر منظر عام پر لے کر آتے ہیں جبکہ ہمارے ہاں اس طرف خاص توجہ نہیں دی جاتی یہی وجہ ہے کہ پاک وہند کی سینکڑوں لائبریریوں کے تاریخ کونوں میں یہاں کے علماء کی بے شمار کتب مخطوطات اور قلمی صورت میں موجود ہیں جن کو دیمک چاٹ رہی ہے جبکہ بہت سی تو حوادث زمانہ کی نظر ہو چکی ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ اہل علم وقلم اس سمت خصوصی توجہ دے کر اپنے اسلاف کے اس علمی ذخیرے پر جدید طریقہ تحقیق وتدوین کے مطابق کام کر کے اسے منظر عام پر لے کر آئیں۔

تصانیف امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ

اس امت کی عظیم علمی وروحانی ہستیوں میں سے ایک امام الائمہ، سراج الامۃ محدث کبیر، سید الفقہاء امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رضی اللہ عنہہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، علم وعمل کیحساب سے اپنے معاصرین میں نہایت بلند مقام پر فائز ہیں- امام صاحب کی تصانیف کے بارے مختلف رائے پائی جاتی ہیں بعض نے تو آپ کی تصانیف کا اصلا انکار کیا ہے جوکہ روایت ودرایت کے اعتبار سے قطعادرست نہیں کیونکہ آپ کی کئی کتب اہل علم کے ہاں حد شہرت وتواتر سے ثابت اور مطبوعہ ہوکر ہمارے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہیں- مسند ابی حنیفہ (مطبوعہ دارلکتب العلمیہ ، بیروت) کے محقق ابومحمد الاسیوطی نے امام صاحب کی چھوٹی بڑی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ 23 کتب کے اسماء گنوائے ہیں جوکہ درج ذیل ہیں۔

مطبوعہ

1- الفقه الاكبر ،2-المسند فی الحديث رواية الحسن بن ذياد اللولوی،3- الفقه الابسط،4- الوصية، وهی وصية الی اصداقائه فی اصول الاسلام،5- العالم والمتعلم فی العقائد والنصائح رواية مقاتل،6- القصيدة الكافية،النعمانية،فی مدح النبی صلی الله عليه وسلم

غیر مطبوعہ

7- الرد علی القدريه،8-مسند ابی حنيفه،9-دعاء ابی حنيفه،10-معرفة

المذاهب،11–الضوابط الثلاثة،12– رسالة فی الفرائض،13–وصیة الی ابنه حماد،14–مجادلة لاحد الدهریین،15–رسالة اخری الی عثمان البتیی،16– العلم برا وبحرا شرقاوغربا بعداوقربا،17–المخارج فی الفقه،روایة تلمیذه ابی یوسف،18–فتاوی ابی حنیفة و محمد بن الحسن الشیبانی،19–وصیة الی تلمیذه یوسف بن خالد السمتی البصری،20–وصیة تلمیزہ القاضی ابی یوسف بن ابراهیم،21– مخاطبة ابی حنیفة مع جعفر بن محمد بن احمد الرضا،22–رسالته الی عثمان البتی،بسبب اتهامه بانه من المرجئة،23– المقصودفی الصرف،–

نوٹ-فاضل محقق نے کتاب الاوسط(تذکرۃ المحدثین،صفحہ 62)اورکتاب الاثار،جس میں آپ کی املاء کروائی ہوئی احادیث ہیں اوراس کتاب کوآپ کے متعددشاگردوں نے آپ سے روایت کیا ہے کاذکرنہیں کیا-غیرمطبوعہ کتب کی فہرست میں سے بھی بعض اب مطبوعہ ہیں۔

ترجمہ قرآن کنزالایمان کی انفرادی خصوصیات (مختصر)

کنزالایمان وہ ترجمہ قرآن ہے جس کی لکھائی سے لے کر طباعت تک کام کرنے والے تمام افراد باوضو تھے
یہ ترجمہ ایسے ولی اللہ کے قلم سے نکلا ہے جسے پچپن سے زائد علوم پر مہارت حاصل تھی
برصغیر کا یہ واحد ترجمہ ہے جس پر سب سے زیادہ تفسیری حواشی موجود ہیں
کنزالایمان صرف ترجمہ ہی نہیں بلکہ کثیر مستند تفاسیر کا نچوڑ ہے
کنزالایمان قاری کو بہت سی تفاسیر سے بے نیاز کر دیتا ہے
کنزالایمان برصغیر کا واحد ترجمہ ہے جس پر مختلف جہتوں سے کام کیا گیا اور اس کی افادیت، محاسن اور خوبیوں پر سینکڑوں مقالات و کتب لکھی گئیں
برصغیر میں دیگر مسالک کے افراد نے کئی تراجم قرآن پیش کیے مگر ان میں سے کوئی بھی فرد مقام الوہیت و مقام نبوت کو ملحوظ نہ رکھ سکا یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ اپنی کم علمی کی بناء پر اللہ و رسول کی بارگاہ میں بے ادبی و گستاخی کے مرتکب ٹھرے، سیدی اعلی حضرت وہ واحد شخصیت ہیں جنہوں نے قرآن کے نازک مقامات کا مودبانہ ترجمہ کیا اور وہ ہی الفاظ استعمال کیے جو اللہ و رسول ﷺ کی شان کے لائق ہیں
کنزالایمان صرف ترجمہ ہی نہیں بلکہ علم لغت، فصاحت، بلاغت، منطق اور دیگر کثیر علوم سے بھرا پڑا ہے
اس ترجمہ کی سب سے بڑی خوبی جس کی طرف محققین نے کم توجہ کی ہے کہ آیات قرآن کی طرح یہ بھی الفاظ کم اور جامعیت، معنویت، مقصدیت، سلاست ترنم و نغمگی، فہم و تدبر، انداز بیان اور دیگر بہت سی خوبیاں اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

العقائدوالمسائل

تنظیم المدارس پاکستان کے نصاب میں شامل کتاب **العقاد و المسائل** (عربی) جوکہ درجہ خامسہ کے طلباء کو پڑھائی جاتی ہے اس کتاب کے متعلق عام خیال یہ پایا جاتا ہے کہ یہ علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمتہ اللہ علیہ کی مستقل تالیف ہے حالانکہ یہ درست نہیں، کیونکہ مفتی صاحب اس کے مولف نہیں بلکہ مرتب ہیں اس کی تفصیل یہ ہے العقائدوالمسائل کی ابتداء میں علامہ عمر النسفی علیہ الرحمہ کا رسالہ، **العقائد النسفیه**، رکھا گیا ہے اس کے بعد شیخ السید زین آل سمیط کا رسالہ بنام **مسائل کثر حولها النقاش و الجدل**، شامل کیا ہے جس میں اعتقادی مباحث کو سوال و جواب اور قرآن وسنت سے دلائل کے ساتھ پیش کیا ہے سید زین آل سمیط کی اس تالیف کی طباعت ونشر کا اہتمام کویت کے مشہور بزرگ سید یوسف ہاشم الرفاعی نے کیا اوراس کے آخر میں اہل بیت کے فضائل کا اضافہ کیا۔

مفتی صاحب نے انہی کے اسلوب پران اصولی وفروعی مسائل کا اضافہ کیا ہے جو برصغیر پاک و ہند میں اہلسنت ودیگر مسالک کے درمیان مختلف فیہ ہیں جیسے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا نور و بشر ہونا، اذان و اقامت میں نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر انگھوٹے چومنا، دعا بعد نماز جنازہ اور تدفین کے بعد اذان دینا وغیرہ اورآخر میں فضائل اہل بیت کی مناسبت سے فضائل صحابہ کو شامل کیا ہے، جبکہ سید زین آل سمیط کے رسالہ میں موجود آیات قرآنیہ اوراحادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخریج علامہ محمد عباس رضوی اور دیگر نصوص کی تخریج علامہ محمد نذیر سعیدی نے کی ہے۔

الادلة المنيفة فی نفی الکفر عن ابی حنيفة

مؤلف "الشیخ ڈاکٹر جمیل محمد علی حلیم الاشعری الشافعی

صفحات"209

اشاعت"1438ھ/2017ء

طبعه ' شرکة دار المشاریع، بیروت لبنان

اس وقت میرے سامنے ڈاکٹر جمیل محمد علی حلیم الاشعری الشافعی کی کتاب ' **الادلة المنيفة فی نفی الکفر عن ابی حنيفة** موجود ہے

کہتے ہیں انسان جتنی بڑی شخصیت کا مالک ہو اس کے دشمن اور حاسدین بھی تتنے ہی زیادہ ہوتے ہیں یہی کچھ سید الفقہا حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہہ کے ساتھ ہوا، جس طرح آپ کی شہرت آپ کی حیات میں ہی اطراف عالم میں پھیل گئی تھی اسی طرح آپ کے دشمن اور حاسدین بھی بکثرت پیدا ہو چکے تھے کسی نے آپ پر تارک سنت کا الزام لگایا اور صاحب الرائے کا طعنہ دیا تو کسی نے آپ پر مرجئہ کہ تہمت لگائی ہر دور کے جید علماء نے آپ پر لگنے والے الزامات کو دور کیا اور آپ کے بکثرت فضائل ومناقب بیان کیے ہیں انہی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ڈاکٹر جمیل نے اپنی اس کتاب میں ان بدمذہبوں کا علمی رد کیا ہے جو حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ پر مرجئ ہونے کا الزام لگاتے ہیں۔

کتاب کے تعارف سے قبل کچھ مولف کے بارے جان لیں

اس کتاب کے مؤلف شیخ ڈاکٹر جمیل محمد علی حلیم الاشعری الشافعی القادری ہیں آپ حسینی سید ہیں یتیمی کی حالت میں بچپن گزارہ، 1950ء میں علامہ، محدث شیخ عبداللہ بن محمد الھرری بیروت تشریف لائے اوران کی نظر آپ پر پڑی، چھوٹی عمر میں ہی آپ کی حق گوئی، بہادری اورشوق علم سے متاثر ہوئے اورآپ کواپنی کفالت میں لے لیا، پس آپ نے شیخ عبداللہ الھرری کے حلقہ درس کولازم پکڑلیااورعلم کی منزلیں طے کرتے گئے آپ کواپنے شیخ عبداللہ الھرری کے علاوہ دنیا بھرکے بہت سے علماء، محدثین، فقہااورمشائخ سے علمی و روحانی اجازات حاصل ہیں جن کی تعداد سات سو سے متجاوز ہے، جن کوآپ نے اپنی کتب "**جمع اليواقيت الغوالى من اسانيد الشيخ جميل حليم العوالى**" اور "**المجد والمعالى فى اسانيد الشيخ جميل حليم العوالى**" میں جمع کیا ہے۔

ڈاکٹر جمیل لبنان میں جمعیت مشائخ صوفیہ کے نا صرف رئیس ہیں بلکہ دنیا کی مختلف علمی وروحانی تنظیموں کے اہم عہدداربھی ہیں

ڈاکٹر جمیل کے آثارعلمیہ میں 82 کتب کے نام سامنے آئے ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں

1۔ آثار بحر الدلائل و الاسرار فى التبرك بآثار المصطفى المختار

2. اسرار الآثار النبويه، ادلة شرعية و حالات شفائية

3. عمدة الكلام فى ادلة جواز التبرك و التوسل بخير الانام

4. التشرف بذكر اهل التصوف

5. القوائد القرئانية فى تنزيه الله عن الشكل و الصورة الكيفية

6. حقيقة التصوف الاسلامى

7. قلائد الامة المرصعة بعقيدة الائمة الاربعة

8. **النجم الاظهر فی شرح الفقه الاکبر**

9. **معجم الاصول الجامع لمتون عقیدة الرسول**

10. **تحذیر الاخیار من التشبیه بالکفار و الفجار**

11. **الادلة المنیفة فی نفی الکفر عن ابی حنیفة**

ڈاکٹرجمیل کی یہ کتاب مقدمہ، تین ابواب اور خاتمہ پر مشتمل ہے

مقدمہ سے قبل آپ نے سبب تالیف بیان کیا ہے پھرامام اعظم ابوحنیفہ تک اپنی علمی اسنادکوذکر کیا ہےاوراس کے بعداصل کتاب کا مقدمہ لے کرآئے ہیں

مقدمہ کے بعدآپ نےباب اول کی آٹھ مباحث (فصلوں) میں حضرت سیدناامام اعظم ابوحنیفہ کی سیرت کو بیان کیا ہے

بحث اول۔جس میں امام اعظم کا نام،کنیت،نسب، ولادت اوراخلاق کا بیان ہے

بحث ثانی۔ میں اس بات کا بیان ہے کہ صحیح قول کے مطابق آپ تابعی ہیں

بحث ثالث۔اس میں امام صاحب کی صحابہ سے روایت کردہ آٹھ احادیث کو بیان کیا ہے

بحث رابع۔امام صاحب کے شیوخ اورتلامذہ کے متعلق ہے

بحث خامس۔اس میں امام صاحب کی تعریف میں اقوال علماءکوجمع کیا ہے

بحث سادس۔ڈاکٹرجمیل نے اس بحث میں بیان کیا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ ناصرف عقائدحقہ اہلسنت و جماعت پرقائم تھے بلکہ اس فن میں بھی امامت کے درجہ پرفائز تھے

بحث سابع۔اُمراءکی طرف سے امام صاحب کو جوتکالیف اورمصائب وغیرہ پہنچے،اس بحث میں اس کا ذکر ہے

بحث ثامن ۔جس میں امام صاحب کی وفات کا بیان ہے

باب ثانی

یہ باب درج ذیل چار مباحث پر مشتل ہے

بحث اول ۔اس میں مرجئہ کی لغوی واصطلاحی تعریف بیان کی گئی ہے

بحث ثانی ۔اس میں مرجئہ فرقہ کی تین شاخوں کا بیان ہے

پہلا گروہ ارجاء فی الایمان والقدر کا قائل ہے جیسا کہ غیلان بن مسلم الدمشقی

دوسرا گروہ جو جھم بن صفوان کے مذہب پر رجاء بالایمان والجبر فی الاعمال کا قائل ہے

اور تیسرا گروہ جو جبریۃ وقدریۃ سے خارج اور فقط رجاء بالایمان کا قائل ہے اس گروہ کی بھی آگے پانچ درج ذیل قسمیں ہیں

1. الیونسیة 2. الغسانیة 3. الثوبانیة 4. التومنیة 5. المریسیة

بحث ثالث ۔اس بحث میں مرجئہ کی مذمت میں وارد احادیث کا بیان ہے

بحث رابع ۔اس باب کی سب سے اہم بحث جس میں مرجئہ کے شبھات کو ذکر کر کے ان کا بہترین انداز میں رد کیا گیا ہے

باب ثالث

اس کتاب کا اہم باب جو درج ذیل سات اہم مباحث پر مشتمل ہے

بحث اول ۔اس شخص کے ذکر کے متعلق جس نے امام صاحب پر رجاء کی تہمت لگائی

بحث ثانی ۔اس بحث میں امام صاحب پر رجاء کی تہمت کا سبب کیا ہے؟ اس کا بیان ہے

بحث ثالث ۔ یہ بحث اصلِ باب ہے اس میں امام صاحب کا ایک رسالہ شامل کیا ہے جو آپ نے عثمان

البتی (1) کے لیےلکھا تھااس کی تفصیل یہ ہے کہ امام صاحب پر جب مرجئ ہونے کی تہمت لگی تو عثمان البتی نے اس کے متعلق آپ سے استفسار کیا جس پر امام صاحب نے ان کی طرف ایک مکتوب روانہ کیا جس میں اپنے اوپر لگنے والی رجاء کی تہمت کو رفع کرتے ہوئے اپنے عقائد کو واضح کیا (2)

یہ رسالہ نقل کرنے کے بعد ڈ کٹر جمیل لکھتے ہیں

فهل يكون ابو حنيفة بعد ما مر ذكره في وصيته لعثمان مرجئا؟

امام صاحب نے عثمان البتی کے لیے اپنی وصیت میں جو کچھ ذکر کیا ہے کیا اس کے بعد بھی وہ مرجئ ہیں؟ (3)

بحث رابع ۔ بعضوں نے کہا کہ مرجئہ کہ دو اقسام ہیں

1. مرجئة ضلالة

وہ جن کا ذکر گزر چکا اور احادیث میں جن کی مذمت بیان ہوئی ہے

2۔مرجئة سنة

یہ گروہ گمراہ نہیں ہے اور نا ہی اہلسنت سے خارج ہے لیکن ہے مرجئ جیسا کہ امام اعظم ابوحنیفہ

ڈاکٹر جمیل نے اس بحث میں لکھا ہے کہ یہ تقسیم درست نہیں اور اس تقسیم کا مؤقف رکھنے والوں کے تمام اقوال کو ذکر کر کے ان کا رد کیا اور ثابت کیا ہے کہ تمام مرجئہ گمراہ ہیں ایسا نہیں کہ بعض گمراہ ہیں اور بعض صراط مستقیم پر قائم ہیں

بحث خامس ۔ "السنة" نامی ایک کتاب ہے جس میں امام صاحب کے اوپر طعن پر 180 سے زائد اقوال ہیں اور بعض میں آپ کی تکفیر بھی ہے اس کتاب کو عبداللہ بن امام احمد بن حنبل کی طرف منسوب کیا جاتا ہے ڈاکٹر جمیل لکھتے ہیں اس کتاب کو عبداللہ بن احمد بن حنبل کی طرف منسوب کرنے سے بچنا چاہیے اس کتاب

کی نسبت ان کی طرف درست نہیں کیونکہ اس کتاب کے دو روای مجہول ہیں اور غالب طور پر یہ کتاب ابی اسماعیل الھر وی کی تالیفات میں سے ہے (4)

بحث سادس۔ **اجماع المسلمین علی تکفیر المجسم** کے عنوان سے ہے

اس بحث میں تفصیلا بیان کیا گیا ہے کہ عقیدہ تجسیمیہ کا حامل بالا جماع کافر ہے

بحث سابع۔اس بحث میں ناصر الدین البانی کا رد ہے جس نے اپنی تعلیقات علی مختصر صیح مسلم میں فقہ حنفی کو انجیل محرفہ سے تشبیہ دی ہے

اس کے بعد خاتمہ اور آخر میں ان 105 کتب کی فہرست ہے (جس میں ایک مخطوط بھی شامل ہے) جن سے اس کتاب میں استفادہ کیا گیا ہے

پوری کتاب کے اندر ڈاکٹر جمیل محمد علی حلیم الاشعری الشافعی اس بات کے حریص نظر آئے ہیں کہ امام صاحب پر لگنے والی مرجئہ کی تہمت غلط ہے اور امام صاحب عقائد اہلسنت پر قائم تھے

----

(1) عثمان البتی کون ہیں اور ان کا امام صاحب سے تعلق کیا ہے؟ اس کی تفصیل کتاب میں بیان نہیں کی گئی غالب گمان یہی ہے کہ یہ امام صاحب کے شاگردوں میں سے ایک ہیں۔طاہر

(2) ان شاء اللہ عنقریب اس رسالہ کا اردو ترجمہ بھی پیش کیا جائے گا۔طاہر

(3) ہرگز نہیں۔طاہر

(4) جب اس کتاب کی نسبت حضرت عبداللہ کی طرف درست نہیں تو اس میں شامل مباحث کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔

(مشمولہ۔ماہنامہ اشرفیہ، جلد ۴۴، شمارہ ۵، رمضان ۱۴۴۱ھ / مئی ۲۰۲۰ء)

الاربعین المختارۃ من احادیث الامام ابی حنیفۃ

صفحات۔76

مؤلف۔علامہ جمال الدین یوسف بن عبدالھادی

محقق۔خالدالعواد

اس وقت میرے سامنے علامہ جمال الدین یوسف بن عبدالھادی کی کتاب "الاربعین المختارہ من احادیث الامام ابی حنیفۃ" ہے

سیدالفقہاء، سراج الامۃ حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، فقہ میں آپ اپنا ثانی نہیں رکھتے، آپ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ مسائل کے استنباط واستخراج میں صرف کیا، دیگر محدثین کی طرح آپ ہمہ تن علم حدیث کی تحصیل واشاعت میں تو مصروف نہ رہے البتہ حدیث پر بھی آپ کی بڑی گہری نظر تھی مختلف کتب میں آپ کا احادیث پر کلام پڑھ کر قاری عش عش کر اٹھتا ہے

فقہ میں کثرت اشتغال کی وجہ سے کچھ لوگوں کو غلط فہمی ہوگئی کہ امام اعظم ابوحنیفہ حدیث کا علم نہیں رکھتے تھے اور مسائل میں صرف قیاس کا سہارا لیتے تھے اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے بہت سے علماء اسلام نے حدیث میں آپ کی خدمات کو نمایاں کیا اور آپ کی مرویات کو مستقل کتب میں جمع کیا ہے اسی سلسلہ کی ایک کڑی بقیۃ السلف، محدث عصر، علامہ جمال الدین یوسف بن حسن بن احمد بن عبدالھادی الحنبلی کی یہ تالیف ہے

علامہ ابن عبد الھادی کا سلسلہ نسب خلیفہ راشد، مراد رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہہ سے جا ملتا ہے

علامہ یوسف بن عبد الھادی اپنے وقت کے بلند پایہ علماء میں شمار ہوتے تھے اہل علم نے آپ کو بڑے شاندار الفاظ سے یاد کیا ہے بلکہ "اعجوبۃ عصرہ فی الفنون" تک کہا ہے آپ کی مؤلفات کی تعداد چار سو سے زائد ہے

اس کتاب میں آپ نے امام اعظم ابوحنیفہ کی 51 مرویات کو اپنی سند سے بیان کیا ہے

کتاب کے محقق خالد العواد ہیں اور دار الفرفور (اس کے علاوہ کتاب میں کوئی تفصیل نہیں ہے) سے اس کی اشاعت ہوئی ہے

محقق نے کتاب کی تحقیق میں اس کے مؤلف یوسف بن عبد الھادی کے اپنے قلم سے لکھے ہوئے نسخہ پر اعتماد کیا ہے

اور کتاب کی تحقیق میں درج ذیل اسلوب کو اپنایا ہے

1۔ نسخہ کی تصحیح کی ہے

2۔ سندوں میں موجود راویوں کا تعارف پیش کیا ہے

3۔ احادیث کی دیگر مصادر سے تخریج کی ہے

4۔ ہر حدیث کا حکم بیان کیا ہے کہ وہ صحیح ہے یا ضعیف

5۔ آخر میں احادیث کی فہرست پیش کی ہے اور ان 80 مصادر کا ذکر کیا ہے جن سے دوران تحقیق وتخریج استفادہ کیا ہے۔

(اگر یہ کتاب اردو ترجمہ کے ساتھ پاکستان سے چھپ جائے تو خوب رہے گا)

السیف الجلی علی ساب النبی

علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی السندی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت عند العلماء مشہور ومعروف اور محتاج تعارف نہیں آپ اپنے ہم عصر علماء میں نمایاں اوران کے رئیس تھے ایک قول کے مطابق عربی، فارسی اور سندھی زبانوں میں آپ کی کتب کی تعداد تین سو سے زائد ہے ان میں سے بہت کم طبع ہوئی جبکہ بقایا مختلف کتب خانوں کی زینت بنی ہوئی ہیں یا پھر حوادث زمانہ اور دیمک کی نظر ہو چکی ہیں آپ کی اہم کتب میں سے ایک ،،السیف الجلی علی ساب النبی،، (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی ہے جس میں آپ نے شاتم رسول کا حکم شرعی بیان کیا ہے ویسے تو اس موضوع پر امت کے جلیل القدر علماء نے اپنی کتب میں نہ صرف علیحدہ سے ابواب و فصول باندھ کر خامہ فرسائی کی ہے بلکہ مستقل چھوٹی بڑی کتب بھی لکھی ہیں ان میں شیخ ابن تیمیہ کی ''**الصارم المسلول علی شاتم الرسول**،،اور شیخ تقی الدین السبکی کی ''**السیف المسلول علی من سب الرسول**،، نمایاں ہیں جن سے امت مسلمہ استفادہ کرتی اور انہیں ماخذ ومراجع کے طور پر استعمال کرتی ہے

علامہ محمد ہاشم کی یہ اہم کتاب محترم شیخ عبداللہ الفھیمی السندی کی تحقیق وتعلیق اور علامہ ابی البرکات حق النبی السندی الازھری کی تقدیم کے ساتھ **دار الضیاء للنشر والتوزیع کویت** سے چھپی ہے کتاب کے کل صفحات 282 ہیں (علامہ ازھری سندھ کے ایک علمی خاندان کے چشم و چراغ اور علماء اہلسنت میں سے علمی وفکری ذوق اور امت مسلمہ کا درد رکھنے والے فاضل نوجوان ہیں علماء اہلسنت کی عربی زبان پر اہم ونایاب

کتب میں سے کم وبیش ایک صد کتب پر کام کر چکے ہیں جن میں سے بعض طبع ہوکر اہل علم کے ہاتھوں میں آ چکی ہیں اللہ ان کے علم، عمل، عمر، رزق اور وقت میں برکت عطا فرمائے)

کتاب کے آغاز میں علامہ ازھری نے، تقدیم ودراستۃ الکتاب، کا عنوان باندھ کر اسے دو اقسام میں تقسیم کیا ہے-القسم الاول-اس میں آپ نے علامہ ہاشم کی حیات وخدمات پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے اور علامہ ہاشم کے تعارف کو درج ذیل 9 مباحث میں تقسیم کیا ہے-

المبحث الاول-علامہ ہاشم کا نام، نسب وولادت

المبحث الثانی-پرورش وطلب علم

المبحث الثالث-شیوخ وتلامذہ-یہاں علامہ ہاشم کے اساتذہ اور شاگردوں کا مختصر وجامع تعارف پیش کیا گیا ہے اولا مشائخ سندھ کا تعارف-دوم مشائخ حرمین شریفین کا پھر مشائخ طریقت اور آخر میں آپ کے چند نامور تلامذہ کا ذکر کیا ہے-

المبحث الرابع-اس میں آپ کے ہم عصر علماء ومشائخ کا تعارف پیش کیا ہے۔

المبحث الخامس-علامہ ھاشم کی سندھی، فارسی اور عربی تصانیف کی فہرست، عربی کتب کا مختصر تعارف کروانے کے ساتھ ان کا محققہ وغیر محققہ ہونا، سن اشاعت اور غیر مطبوعہ ہونے کی صورت میں قلمی کتب کہاں کہاں موجود ہیں اس کی بھی نشاندہی کی ہے اور ان عربی کتب کا بھی ذکر کیا ہے جو علامہ ھاشم کی طرف منسوب کردی گئی ہیں اور ان کی نسبت علامہ ھاشم کی طرف درست ہے یا نہیں اس پر بھی کلام کیا ہے، علامہ ازھری نے علامہ ھاشم کی دو عربی اور ایک فارسی کتاب کا بھی ذکر کیا ہے جن کو اس سے پہلے کسی مورخ نے ذکر نہیں کیا تھا ان میں سے ایک، الاحادیث الاربعون علی حروف التھجی، ہے اس کے تحت علامہ ازھری لکھتے ہیں **لم یذکرہ احد من العلماء ممن کتبوا عن مصنفات الشیخ محمد ھاشم السندی، ولکنی**

وجدت ذکرہ فی فھرس المکتبة الاصفیة حیدر آباد الدکن بالھند ،برقم3/248-(929)

المبحث السادس- علامہ محمد ھاشم کبار علماء اہلسنت اور اصول وفروع میں سنی حنفی ماتریدی تھے جبکہ بعض افراد نے آپ کی ایک کتاب ،،**الحجة القویة فی الرد علی من قدح فی الحافظ ابن تیمیه**،، کی بناء پر یہ ثابت کرنے کی مذموم کوشش کی ہے کہ آپ ابن تیمیہ اور محمد بن عبدالوھاب نجدی کی فکر ومنہج پر قائم اور ابن تیمیہ کے عقائد ونظریات کی تائید ومدد کرنے والے تھے ان میں ڈاکٹر عبدالقیوم سندھی دیوبندی ہیں جنہوں نے علامہ ھاشم کی مذکورہ کتاب کے مقدمہ میں علامہ ھاشم اور ابن تیمیہ کے عقائد کو مساوی قرار دے کر علامہ ھاشم پر نہ صرف بہتان لگایا ہے بلکہ عرب وعجم کے اہل علم کو اضطرابی کیفیت میں بھی مبتلا کردیا تھا ہمارے فاضل نوجوان علامہ ازھری نے ان کا بروقت تعقب کیا اور ڈاکٹر عبدالقیوم کے مؤقف کو غلط ثابت کیا ہے علامہ ھاشم کے عقائد کو انہی کی کتب سے پیش کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ آپ صحیح العقیدہ سنی حنفی ماتریدی اور کبار علماء اہلسنت میں سے تھے اور حافظ ابن تیمیہ نے اصول وفروع میں جہاں جہاں اہلسنت سے عدول کیا ہے وہاں آپ نے ان کی مخالفت اور اہلسنت جماعت کی موافقت کی ہے

علامہ ازہری نے اسی جگہ ،شیخ الاسلام محمد ھاشم السندی والتصوف،، کے عنوان کے تحت علامہ ھاشم کی تصوف وطریقت سے وابستگی ، بیعت اور اجازت وخلافت پر روشنی ڈالنے کے ساتھ آپ کی تمام اسانید طرق الصوفیہ کو بھی ذکر کیا ہے-

المبحث السابع - یہاں علامہ ھاشم کی مدح اور علوم رتبت پر اہل علم کے چند اقوال کو جمع کیا گیا ہے-

المبحث الثامن- اس میں علامہ ھاشم کے علمی اسفار اور اس دوران علماء ومشائخ سے ہونے والی ملاقاتوں کو بیان کیا ہے-

المبحث التاسع - آپ کی تاریخ وفات اور مقام تدفین کے ذکر میں ہے-
القسم الثانی -
قسم ثانی کو علامہ ازہری نے تین مباحث میں تقسیم کیا ہے-
بحث اول - السیف الجلی میں علامہ ھاشم کے علمی منہج کو اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے-
بحث ثانی میں علامہ ازہری نے ان مصادر ومراجع کی ایک فہرست پیش کی ہے جن سے علامہ ھاشم نے دوران تالیف استفادہ کیا ہے (ان پر نظر ڈالنے سے کتاب کے علمی معیار کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے)
نوٹ - یہ فہرست نامکمل ہے بہت سی کتب کو احاطہ شمار میں نہیں لایا گیا جس کا ذکر بحث ثانی کی ابتداء میں کر دیا گیا ہے-
بحث ثالث میں علامہ ازہری نے مخدوم محمد ھاشم ٹھٹھوی کی مذکورہ موضوع پر دو دیگر رسائل کا ذکر کیا ہے اور ان میں سے ایک رسالہ ،نصرة النبی الکریم بقتل الساب اللئیم،، کے شروع سے کچھ اقتباسات بھی نقل کیے ہیں جس سے سبب تالیف واضح ہو رہا ہے۔
آگے محقق کتاب شیخ عبداللہ الفہیمی السندی کا مقدمہ ہے جس میں آپ نے مذکورہ کتاب کو علامہ ھاشم کی طرف منسوب کرنے کی تحقیق ،اس کا موضوع اور کتاب کی تخریج وتحقیق پر کلام کیا ہے اور آگے دو خطی نسخوں کے پہلے دو دو صفحات پیش کیے ہیں علامہ فہیمی نے دوران تحقیق جدید منہج تحقیق کو مد نظر رکھا ہے کتاب میں موجود اعلام کا مختصر تعارف ،ان کی تاریخ ولادت ووفات ،مصنفات کا ذکر کے ساتھ ان کے تراجم کے ماخذ ومراجع کی نشاندہی کی ہے کتاب میں موجود آیات واحادیث کی تخریج ،علامہ ھاشم کے ماخذات کی بالتفصیل نشاندہی ان کتب سے اخذ کردہ عبارات کی تخریج اور ضروتا تعلیقات کا اضافہ کر کے جہاں کتاب کی اسنادی حثیت کو مضبوط کیا ہے وہیں اس سے استفادہ بھی آسان کر دیا ہے

علامہ ھاشم نے اس کتاب کو چار فصول میں تقسیم کیا ہے

فصل اول مزید چار اقسام پر مشتمل ہے قسم اول میں حضور علیہ الصلوۃ السلام کو سب کرنے والے مسلمان مرد کا حکم شرعی بیان کیا ہے۔قسم ثانی میں کافر مرد کا حکم شرعی۔قسم ثالث میں مسلم عورت سابعہ کا حکم اور قسم رابع میں کافر عورت سابعہ کا حکم بیان کیا ہے کہ ان سب کو قتل کیا جائے گا اور ان کی توبہ اصلا قبول نہیں کی جائے گی۔

فصل ثانی یہ دو اقسام پر مشتمل ہے

قسم اول ان مباحث کو گھیرے ہوئے ہے کہ سب و اہانت کرنے والا مسلمان ہے تو اس کا حکم شرعی کیا ہے اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا یا نہیں اگر کیا جائے گا تو کس صورت میں ،کیا اس کی توبہ قبول ہے یا نہیں؟

قسم دوم میں حضور علیہ الصلوۃ السلام اور شعار اسلام کی اہانت کرنے والے ذمی کافر کا حکم شرعی بیان کیا گیا ہے۔

فصل ثالث جو کہ اس نام سے ہے ،**فی ذکر فوائد عدیدہ متعلقة بالمقام**،، اس میں اپ نے مذکورہ بالا موضوع سے متعلق متقدمین کی کتب سے اقتباسات اور مثالیں نقل کر کے اپنے مؤقف کو مزید تقویت پہنچائی اور متعدد فوائد نافعہ نقل کیے ہیں۔

فصل رابع تمام انبیاء کرام علیہ السلام، ملائکہ،صحابہ کرام علیھم الرضوان اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج واولاد کی اہانت وسب کرنے والے کے حکم شرعی پر مشتمل ہے۔

آخر میں خاتمۃ الرسالہ کے عنوان کے تحت علامہ ٹھٹھوی نے ان شرائط کو نقل کیا ہے جو امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب کے زمانہ خلافت میں ذمیوں کے لیے لکھی گئی تھیں۔

کتاب مختصر و جامع ہونے کے لحاظ سے انتہائی نفع بخش ہے اہل علم مذکورہ موضوع پر جہاں دیگر کتب سے استفادہ کرتے ہیں وہیں السیف الجلی کو بھی پیش نظر رکھیں اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ ایک حنفی عالم کے قلم سے سامنے آئی ہے۔

الید البسطی فی تعین الصلوۃ الوسطی

امام الملت والدین، مصنف کتب کثیرہ، مجتہد، محدث عصر، عاشق رسول امام جلاالدین سیوطی شافعی علیہ الرحمہ کا رسالہ "**الید البسطی فی تعیین الصلاۃ الوسطی**" کا ترجمہ جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان نے شائع کیا ہے کل صفحات ۲۷ ہیں

امام سیوطی کثرت کتب اور منفرد تحقیقات کی بناء پر عالم اسلام میں بہت مشہور شخصیت ہیں انہوں نے اپنی اس کتاب میں صلوۃ وسطی پر بیس اقوال نقل کیے ہیں ان کی اپنی رائے کے مطابق صلوۃ وسطی ظہر کی نماز ہے اور اپنے موقف کو تقویت دینے کے لیے علمی گفتگو بھی کی ہے جبکہ احناف کی موید احادیث پر گفتگو کر کے احناف کے موقف کو کمزور ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس رسالہ کے مطالعہ کے دوران مجھے جس بات نے حیران کیا وہ یہ تھی کہ امام سیوطی نے احناف کا ذکر کرتے ہوئے امام ابوجعفری طحاوی کا ذکر نہیں کیا حالانکہ امام طحاوی نے شرح معانی الاثار میں جس شرح وبسط سے صلاۃ الوسطی پر کلام کر کے احناف کے مؤقف کو تقویت دی ہے اس کا تقاضہ تھا کہ امام سیوطی، امام طحاوی کے عقلی ونقلی دلائل کا جائزہ لے کر ان پر کلام کرتے اور پھر آگے بڑھتے تاکہ ہم جیسے طلباء مزید علمی نکات سمیٹتے مگر امام سیوطی کا یوں چپکے سے گزرنا ہمیں متعجب کر گیا اور یہ امام سیوطی کے علمی مقام کے لائق نہیں ہے اور نہ ہمیں ان سے یہ امید تھی

یہ بات جب میں نے اپنے استاد محترم شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا محمد عبدالرشید المدنی عطاری کی بارگاہ میں عرض کی تو آپ نے ارشاد فرمایا امام طحاوی نے ضرب ہی ایسی لگائی ہے کہ اس کا جواب دینا آسان

نہیں۔

اس سے ایک بات سمجھ لینی چاہیے کہ انسان علمی لحاظ سے جتنا بھی مضبوط ہو اور وہ درجہ اجتہاد کو ہی کیوں نہ پا لے پھر بھی اس پر مسلک کی چھاپ ضرور رہے گی حالانکہ تحقیق کا پہلا اصول ہی یہ کہ انسان غیر جانبدار رہو۔

کشف الغمہ

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان کی طرف سے اس ماہ شیخ الدلائل علامہ محمد عبدالحق محدث الہ آبادی مہاجر مکی کا رسالہ کشف الغمۃ کا اردو ترجمہ مع متن شائع ہوا ہے یہ رسالہ اس سے قبل راشد بن عامر بن عبداللہ الغفیلی کی تحقیق وتخریج سے 2008 میں دارالبشائر الاسلامیۃ کی جانب سے طبعہ ہوا تھا مگر اس میں ایک جملہ چھوٹ گیا تھا جو کہ اصل متن میں موجود تھا اسی بناء پر مولانا محمد کاشف مشتاق عطاری نے اس قلمی نسخے کو از سر نو مرتب کر کے ترجمہ، تخریج وتحشیہ کے ساتھ جمعیت اشاعت اہلسنت کی جانب سے طبعہ کروایا ہے، اللہ ان کی کاوش قبول کرے

جمعیت اشاعت اہلسنت کی جانب سے پہلے بھی کئی نادر ونایاب قلمی کتب (مخطوطات) کی تحقیق وتدوین کے بعد اشاعت ہو چکی ہے ان کا کام دیگر اداروں کے لیے قابل تقلید ہے

ضخیم کتب کی تحقیق وتدوین اگر چہ کچھ مشکل اور طویل المدت کام ہوتا ہے مگر رسائل پر کام کرنا زیادہ مشکل نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ زیادہ سرمایہ مانگتے ہیں پاک وہند میں بہت سے ایسے ادارے موجود ہیں جن کے پاس قابل ذکر فضلاء اور سرمایہ کی کمی نہیں یہ اگر اپنے اداروں میں ایک شعبہ اسلاف کی قلمی کتب کی تحقیق و تدوین اور اشاعت کے لیے بنادیں تو کم عرصہ میں بہت سی قلمی کتب ومخطوطات لائبریریوں سے نکل کی ہمارے ہاتھوں میں ہوں گی

اس طرح ہم اسلاف کے سرمایہ کو ضائع ہونے سے کافی حد تک بچالیں گے۔

تحقیق وتفہیم

مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری بدایونی علیہ الرحمہ علمی وروحانی خاندان کے چشم وچراغ اوران علماء اہلسنت میں سے ایک ہیں جنہوں نے اپنے مخالفین پرطعن وتشنیع کے بجائے دلیل، سنجیدگی اورحسن الفاظ کا سہارا لیا، پیری ومریدی وراثت میں ملنے کے باوجود صاحب علم اورتحقیقی وفکری ذوق رکھنے والے بزرگ تھے آپ نے مختلف موضوعات پرکئی کتب ومقالات یادگارچھوڑے ہیں آپ کے تحریرکردہ مقالات کا یک مجموعہ بنام، تحقیق وتفہیم، بھی ہے جس میں 25 مقالات ہیں عمومی طورپرکتاب کے تمام مضامین ہی قابل مطالعہ ہیں مگرکچھ خاص اہمیت کے حامل ہیں یہ مضامین جہاں امت کے لیے نفع بخش ہیں وہیں ان کے فکری ذوق کی بھی عکاسی کرتے ہیں۔

1-عصر حاضر میں مطالعہ سیرت کی معنویت، اہمیت اور جہت۔

اس مضمون میں جو بنیادی چیز ہے وہ آپ نے اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ ہم اپنے خطابات، مضامین اور مقالات وغیرہ میں جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات وخصائص کا ذکر کرتے ہیں وہیں سیرت طیبہ کے ان گوشوں پرروشنی ڈالنا بھی ضروری ہے جن میں فرد کی اصلاح اورایک اسلامی معاشرے کی سمت سفر کا آغاز کیا جاسکے۔

2-تحفظ توحید کے نام پرکتب اسلاف میں تحریف۔

موضوع نام سے ظاہر ہے-اسلاف کے چھوڑے ہوئے قلمی ورثہ کو جب منظر عام پرلایا جائے تو علمی دیانت

داری اس بات کی متقاضی ہے کہ اگر کوئی بات محقق کے عقیدہ ونظریہ کے برخلاف ہوتو بھی اسے اپنی حالت اصلیہ پر باقی رکھا جائے اگر ایسا نہ ہوتو یہ ایک علمی بددیانتی ہوگی، بدقسمتی سے امت مسلمہ کا ایک طبقہ دانستہ طور پر مخطوطات وقلمی کتب کو جدید انداز میں تحقیق وتخریج، ترتیب وتعلیق کے نام پر ان میں تحریف، تلفیق و تلبیس اور حذف واضافہ کر کے علمی بددیانتی کا مرتکب ہو رہا ہے۔ شیخ محقق نے متعدد شواہد پیش کر کے ان کی علمی بددیانتی کو عیاں کیا اور علماء کو اس طرف متوجہ کیا ہے کہ وہ اپنا مزاج تحقیقی بنائیں اور کتب اسلاف کی حفاظت پر خصوصی توجہ دیں۔

3- علامہ یوسف قرضاوی اور جماعت سلفیہ۔

علامہ یوسف قرضاوی مصر کے نامور غیر مقلد عالم ہیں (اور اس وقت قطر میں قیام پذیر ہیں) علامہ قرضاوی نے غیر مقلد ہونے کے باوجود اپنی کئی کتب کے مختلف مقامات میں اپنی جماعت کی بے اعتدالیوں، امت مسلمہ پر زیادتیوں اور علمی وفکری غلطیوں پر تنقید کی ہے شیخ محقق نے علامہ قرضاوی کی کتب سے بعض اقتباسات کو اردو میں منتقل کر کے برصغیر پاک وہند کے غیر مقلدین کو دعوت فکر دی ہے۔

4- کیا عالم عرب کے دینی جامعات میں صرف عربی زبان وادب پر ہی زور دیا جاتا ہے؟

اس مضمون میں آپ نے عرب جامعات بالخصوص جامعۃ الازہر کے نصاب اور معیار تعلیم پر روشنی ڈالی، ان کی خصوصیات کو نمایاں کیا اور ہمارے نصاب تعلیم میں موجود کچھ کمزوریوں کی نشاندہی کی ہے۔

5- دعوت وتبلیغ کے لیے خانقاہی نظام کتنا موثر ہے؟

اس مضمون میں آپ نے ہندوستان اور مصر کے موجودہ خانقاہی نظام کا یک تقابلی خاکہ پیش کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ مصر کا خانقاہی نظام علمی وفکری لحاظ سے ہمارے خانقاہی نظام سے کہیں بہتر ہے۔

6- آج اہل خانقاہ کی نئی نسل تعلیم سے دور کیوں ہے؟

موضوع نام سے ظاہر ہے اس پر کچھ بھی کہنے کی بجائے میں مقالہ کا ایک اقتباس پیش کرنا پسند کروں گا، جس سے شیخ محقق کی احتیاط، فکر اور مسئلہ کی احساسیت کے ادراک کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

،،مسند سجادگی پر بیٹھنے کی بنیاد وراثت ہونا چاہیے یا اہلیت؟ یہ سوال بہت احساس اور نازک ہے، اس کے جواب میں میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہہ سکتا کہ کوشش یہ ہونی چاہیے کہ وارث کو ہی اہل بنایا جائے،،

علامہ اسید الحق قادری کے مقالات پر مشتمل یہ کتاب انتہائی نفع بخش اور قابل مطالعہ ہے کتب بینی کا ذوق رکھنے والے اس کے مطالعہ سے محروم نہ ہوں، پاکستان میں اس کتاب کو دارالاسلام لاہور نے ان کے ایک دوسرے مجموعہ مقالات بنام، افہام وتفہیم، کے ساتھ شائع کیا ہے کتاب حاصل کرنے کے خواہش مند درج ذیل پتہ پر رابطہ کریں۔

دارالاسلام جامع مسجد ومحلّہ مولا ناروحی، اندرون بھاٹی گیٹ، لاہور، پنجاب، پاکستان۔

جہان رضا

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی کی وفات کے بعد محترم محمد منیر رضا قادری ماہنامہ جہان رضا کو بڑی استقامت کے ساتھ نکال رہے ہیں اوراس کا علمی معیار بھی دن بدن بہتر ہورہا ہے آخری دوشماروں میں پیپر بھی اچھا آیا ہے رواں سال مئی کا شمارہ ایک صفحہ پراعلی حضرت کے دوفارسی اشعار کا ترجمہ مع حل مفردات اور دومضامین پر مشتمل ہے پہلا مضمون محترم محمد احمد ترازی کا اتہامات تنزیل الصدیقی الحسینی پرایک نظر کے نام سے ہے تنزیل صدیقی غیر مقلد، کئی کتب کے مؤلف اور کراچی سے شائع ہونے والے مجلّہ،، الوقعہ،، کے مدیر ہیں انہوں نے اپنے ایک مضمون میں علامہ سید محمد سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمہ کی ذات وکردار کے حوالہ سے بہت سی غلط باتیں منسوب کرکےاورنسبت خلافت محدث بریلوی کا انکارکرکےان کی ذات کومشکوک بنانے کی مذموم کوشش کی اور علامہ بہاری کوصلح کلی ثابت کرنے کے لیے بھی زورلگایا، جناب محمد احمد ترازی صاحب نے اپنی محققانہ تحریر میں تنزیل الصدیقی کے الزامات اور غلط باتوں کودلائل کے ذریعے رفع کیااور ثابت کیا کہ علامہ بہاری اعلی حضرت کے قابل خلفاء میں شامل ہیں نیز علامہ بہاری صلح کلی کے حامی نہیں بلکہ صحیح العقیدہ سنی اوراپنے مسلک ومشرب پرکاربند رہتے ہوئے دیگر مسالک کے افراد سے بھی علمی، سیاسی اور معاشرتی تعلقات بحال کیے ہوئے تھے-دوسرا مضمون پیرزادہ عابد حسین شاہ کا ہے جس میں انہوں نے ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی کی ختم نبوت کے حوالہ سے خدمات پر روشنی ڈالی ہے۔

میرے نزدیک محترم منیر نیازی نے ان دواہم مضامین کا انتخاب کرکے درست فیصلہ لیاہے غیرضروری وغیراہم کثرت مضامین کی بجائے کم اوراہم موضوعات پرمضامین لیناکسی بھی مجلّہ کے علمی معیار کوبلند کرنے کے لیے کافی ہے۔

المبین

جس طرح علامہ سید سلیمان اشرف بہاری کی شخصیت محتاج تعارف نہیں اسی طرح اب آپ کی کتاب المبین بھی کسی تبصرے وتعارف کی محتاج نہیں رہی۔

علامہ بہاری نے انتہائی خشک فن کو اتنے خوبصورت وسہل انداز میں پیش کیا ہے کہ صاحب ذوق فرد کو تحریر پڑھتے ہوئے کہیں بھی اکتاہٹ محسوس نہیں ہوتی۔ یقیناً انہوں نے عربی زبان کے محاسن کو اجاگر کرنے میں عمدہ کوشش کی ہے۔

المبین ایسے ادبی وتحقیقی شاہ پارے کا نام ہے جس میں اردو کے اسلوب تحریر اور لسان عرب کے محاسن کو انتہائی خوبصورتی کے ساتھ جمع کر دیا گیا ہے۔

یہ کتاب پہلے بھی کئی دفعہ شائع ہو چکی ہے مگر زیر نظر دارالاسلام کا ایڈیشن سب سے اچھا ہے عمدہ جلد بندی، خوبصورت پیپر کے ساتھ کتاب ہاتھ میں پکڑ کر کھنگالنے کو دل کرتا ہے اس ایڈیشن کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں نا صرف کتاب وصاحب کتاب کا جامع ومفصل تعارف پیش کیا گیا ہے بلکہ اہل علم کے تاثرات اور تنقید وتبصرے پر مشتمل مضامین بھی شامل اشاعت ہیں۔

ابوالابدال محمد رضوان طاہر فریدی کی تصانیف وتالیفات

1۔امام احمد رضا خان، میری نظر میں

2۔احیاءِ مخطوطات، وقت کا تقاضہ

3۔گناہوں سے توبہ اور اس کی شرائط

4۔فیس بک کا استعمال، مقاصد اور احتیاطیں

5۔القول العالیہ فی ذکر المعاویہ

6۔اسلام میں علماء کا مقام

7۔ملت اسلامیہ اور اقوام متحدہ

8۔مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

9۔مولد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

10۔فضائل آفات

11۔مقالات ومضامین

12۔لاحاصل (شعری مجموعہ)